THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, August 28, 2013
(97th Session)
Volume IX, No.08
(Nos.01-10)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran....……….....…......	1
2.	Questions and Answers …………………………..	2-34
3.	Leave of Absence……………………................	35
4.	Chairman's Ruling on a point of order Regarding Live Telecast of Senate Proceedings……………..	36-37
5.	Point of order Need for Government's View on Foreign Policy…………………………………….	38-43
6.	Calling Attention Notice: Increase in Electricity Tariff..	44-47
7.	Further Discussion on Presidential Address……..	48-72

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume IX No.08 SP. IX (08)/2013 15

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, August 28, 2013

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty three minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا
مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦٠﴾ قُلْ اِنَّنِىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا
قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ
وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہو گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے کہ وہ ایک دین مستحکم ہے جو طریقہ ہے ابراہیم (علیہ السلام) کا جو اللہ کی طرف یکسو تھے۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔

(سورۃ الانعام آیات ۱۶۰ تا ۱۶۳)

Questions and Answers

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Now, we may take up questions. سید طاہر حسین مشہدی کے سوال کا جواب نہیں آیا۔ برجیس طاہر صاحب! یہ سوال نمبر۔ ۸۲ ہے، اس کو ذرا دیکھ لیں، اس کا notice 9th January, 2013 کا ہے، اس کو دیکھ لیں تا کہ expedite ہو سکے۔

چوہدری محمد برجیس طاہر (وزیر برائے امور کشمیر و گلگت بلتستان): جناب چیئرمین! میں نے دیکھا ہے، یہ 9-01-2013 کا notice آیا ہوا ہے، اس کا Ministry کو جواب دینا چاہیئے تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں concerned Ministry کو cover کرتا ہوں کہ next rota day پر اس سوال کا جواب اس معزز ایوان میں پیش کیا جائے۔

جناب چیئرمین: There is a request ہمارے پاس کل شام کو Ministry of Overseas Pakistanis and Human Resource Development کی جانب سے آئی ہے، اگر ایک appropriate time پر request آئے گی کہ defer کیا جائے تو ٹھیک ہے لیکن اگر at the eleventh hour کوئی Minister request کرتا ہے تو how can we defer it? It has been placed today before me. اس کو ذرا دیکھ لیں کہ in case کوئی deferment کی request آتی ہے تو appropriate time پر request آجائے تا کہ اس پر غور بھی کیا جا سکے، اگر آپ eleventh hour پر دیں گے تو we can't do anything.

آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ آج Orders of the Day پر total 14 questions ہیں، out of 14 questions already 6 questions کی deferment کی request آ گئی ہے and out of those also there are some questions جن کے جوابات نہیں ہیں، دو اور بھی ہیں تو hardly we would be left with 6 questions only and you kindly take notice of it, in future this practice would not be allowed.

چوہدری محمد برجیس طاہر: جناب چیئرمین! آپ نے جو observation دی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ میں concerned Ministry and Minister صاحب سے بھی request کروں گا کہ اگر

آئندہ کوئی اطلاع دینی ہے تو بروقت اطلاع دی جائے، اس طرح اچانک inform کرنا، یہ درست نہیں ہے۔

Mr. Chairman: They must consult with the Leader of the House before making a request for that, thank you. We proceed further now.

جناب طلحہٰ محمود صاحب کا سوال ہے،وہ بھی موجود نہیں ہیں اور ان کے سوال کا جواب بھی نہیں ہے، پھر طلحہٰ محمود صاحب کا سوال ہے، وہ خود بھی موجود نہیں ہیں اور اس سوال کا جواب بھی موجود نہیں ہے۔ اس کا بھی جواب نہیں ہے We move on to third question, then we move on to question No.5, Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi. وہ خود موجود نہیں ہیں۔ جی۔

چوہدری محمد برجیس طاہر: میں تو جواب لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اب اگر وہ تشریف نہیں لائے تو یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔

Mr. Chairman: He is on the way.

وہ آرہے ہیں، اس کو کچھ دیر کے لیے defer کر لیں، otherwise تو questions ہی نہیں ہیں، 6 کی deferment آگئی ہے، چار ویسے نہیں ہیں۔

چوہدری محمد برجیس طاہر: ٹھیک ہے آپ defer کر لیں، میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔

Mr. Chairman: We can wait for him. We move on to Question No. 92.

اگلا سوال نمبر 8 نزہت صادق صاحبہ کا ہے، اس کا بھی جواب نہیں ہے، وہ notice بھی جولائی کا ہے۔ مولا بخش چانڈیو صاحب کا سوال نمبر 9 ہے، اس کا بھی جواب نہیں ہے۔ طلحہ محمود صاحب کا سوال نمبر 91 ہے، اس کا بھی جواب نہیں ہے۔

Next Question No. 92. Syeda Sughra Imam.

92. ***Senator Syeda Sughra Imam:** Will the Minister for Ports and Shipping be pleased to state the steps taken by the Ministry of Ports and Shipping to reduce its current expenditures by

30% during the current financial year in pursuance of Prime Minister's directive?

Mr. Kamran Michael (Minister for Port and Shipping): During current Financial year 2013-14, budget allocated to the Ministry of Ports & Shipping and its attached departments/organizations and 30% cut as per Government policy is as under:

Total Allocation	539,833,000
30% Cut	43,291,300
Net Budget	496,541,700

Mr. Chairman: Any supplementary? Yes Sughra Imam *sahiba*.

Senator Syeda Sughra Imam: Thank you. Mr. Chairman! my question was to the Minister for Ports and Shipping. میرا سوال یہ تھا کہ

> "Would the honourable Minister be pleased to state the steps taken by the Ministry of Ports and Shipping to reduce its current expenditure by 30% during the current financial year in pursuance of the Prime Minister's directive?"

جناب! جواب میں جو figures دیے گئے ہیں وہ مجھے مناسب نہیں لگ رہے۔ ابھی میں نے current expenditure سے check کیا ہے کہ total allocation 539 million ہے۔

Mr. Chairman: Mr. Bargees Tahir would respond to it.

Senator Syeda Sughra Imam: Yes. Sir, the estimated amount stated as 30% cut is 43 million. Now sir, out of 539, 30% would be one third. Anybody who knows math and statistics

understands that 43 is not 30% of 539. Would the honourable Minister be pleased to clarify how this figure has been arrived at?

Mr. Chairman: Baligh-ur-Rehman sahib, you would respond?

Mr. Muhammad Baligh-ur-Rehman (Minister for Education, Trainings and Standards in Higher Education): Yes, بسم اللہ الرحمن الرحیم Mr. Chairman! the Minister concerned could not come today because he has gone to Gwadar with Chinese delegation and I have been given this detail by the Ministry. I totally agree with honourable Senator that this figure is not 30% of the total but I do have all the details,
اس میں انہوں نے up to 30% cut کرنے کی کوشش کی ہے اور کچھ جگہیں ایسی ہیں جہاں پر وہ کچھ cut نہیں کرسکے، کچھ پر 10% کی ہے اور کسی پر 20% cut کی ہے، کچھ funds ایسے تھے جہاں سے کچھ پیسے کم نہیں کیے جاسکتے تھے تو she is right that total becomes even less than 10% and this is all about it, واقعی یہ انہوں نے 43 million کی saving کی ہے۔

جناب چیئرمین: جی صغریٰ امام صاحبہ۔

Senator Syeda Sughra Imam: Thank you. Mr. Chairman! I thank the honourable Minister for his frankness and his honesty.
میں نے اسی مقصد کے لیے سوال اٹھایا تھا کہ آپ کو یاد ہو گا کہ جب بجٹ announce ہوا تھا تو honourable Prime Minister نے ساتھ ہی اعلان کیا کہ current expenditure میں جو موجودہ حکومت ہے وہ 30 فیصد کٹوتی کرے گی، 30% of current expenditure which is the non-development budget اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ان کا بہت مثبت اعلان تھا مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہ اعلان ہی رہ جاتے ہیں اور جو وزارت نے اپنے جواب میں واضح کیا ہے اور جس بات کی منسٹر صاحب بھی تائید کر رہے ہیں۔ جناب! 43 million out of 539 is 8%. So, currently what the actual expenditure cut is 8%, پرائم منسٹر

صاحب30%کااعلان کر رہے ہیں اور وزارت اس اعلان کے مطابق صرف 8% کٹوتی کر رہی ہے۔Would the honourable Minister like to clarifyکہ پرائم منسٹر صاحب کے اعلان کوhonourکیا جائے گااور اگر نہیں کیا جائے گا تو would the Minister be pleased to state that what will be the current expenditure be kept at?

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! پرائم منسٹر صاحب نے شروع میں Prime Minister Secretariatکے بجٹ میں even more than 30% cutکیا اور وہ پیسے surrenderکیے جا چکے ہیں۔ دوسرے departmentsکے لیے بھی ہدایات یہی آئیں تھی کہ 30% cutچاہیے، کچھMinistriesنے ضرور اپنی معذوری ظاہر کی ہے کہ کچھ ایسی جگہیں ہیں جہاں پر ان کو up to 30%کاgapنہیں مل رہا۔ بہرحال اس کو مزید دیکھتے ہیں اور ان کو دوبارہ ہدایت کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب چیئرمین: جی مولا بخش چانڈیو صاحب۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: شکریہ۔ جناب چیئرمین! کئی دنوں سے میرا ایک اہم سوال ہے کہ ہم جہاں بھی، delegationکے ساتھ باہر جاتے ہیں تو ہم سے یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ ایوان میں آپ کے وزراء صاحبان جواب دینے کے لیے نہیں آتے۔ جب یہ اس طرف تھے تو ان کو اتنی بے چینی تھی کہ دیکھی نہیں جاتی تھی، اب کوئی دھیان نہیں دیتا اور نہ ہی کوئی سننے والا ہے۔ راجہ صاحب ہماری بات نہیں سن رہے تو کون سنے گا۔ سوال کا جواب ہی نہیں آتا اور منسٹر صاحبان بھی یہاں جواب دینے نہیں آتے۔

جناب چیئرمین: میں سمجھا آپ اس سوال پر کوئی supplementaryکرنا چاہتے ہیں، that is a different issueاسissueپر توalreadyبات ہو چکی ہے۔ میں نے برجیس طاہر صاحب کو کہا ہے کہ جوdefermentکیrequestآئی ہے وہ appropriate نہیں تھی اور in futureہمentertainنہیں کریں گے۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: نہیں جی، ان کے پاس بھی زور آور وزیر ہیں، یہ کچھ بول نہیں سکتے، یہ ہم پر ہنستے تھے، خدا نے ان کو دکھا دیا ہے۔ یہ بڑے اہم سوالات ہیں، اسے دیکھیں۔

جناب چیئرمین: آپ کا سوال نمبر کون سا ہے؟

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: جناب! میرا 9 نمبر سوال ہے۔ ان کی ہر مسئلے سے لاتعلقی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ حکومت لے کر پھنس گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس سوال کے deferment کی request آئی ہوئی ہے۔ یہ defer ہو گیا ہے۔

Sughra Imam *sahiba*, you are not satisfied with reply of the Minister?

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, the Minister has been gracious in accepting that it is not a 30% cut, it's 8% cut. Now the figure speaks for themself that 539 million is the budget and 42 million is the cut in the expenditure. I just want this to ask the honourable Minister

کیونکہ پرائم منسٹر نے تو اعلان کیا تھا for 30% cut on the entire current expenditure.

Mr. Chairman: Sughra Imam *sahiba*, he has already clarified that position.

Senator Syeda Sughra Imam: I know, I am coming to the next question which is that if the Prime Minister has made an announcement, will it be followed in letter and spirit because this statistic has been laid before the House, making it quite evident that the actual cut has not been made.

اب منسٹر صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ کٹوتی کرنے کی گنجائش نہیں ملی تو کیا یہ expenditure cut ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اگر نہیں ہو گا تو کیا پھر پرائم منسٹر صاحب اپنا اعلان واپس لیں گے؟

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں نے عرض کیا کہ اس اعلان کی جو practical implication تھی اس کا سب سے پہلا step پرائم منسٹر صاحب نے اپنے گھر سے شروع

کیا، اپنے سیکرٹریٹ سے شروع کیا اور اس کی implementation ہو چکی ہے۔ یہ
unprecedented ہے کہ ہمیشہ مہنگائی بڑھنے کے ساتھ آج جو inflation بڑھ رہی ہے اس سے
budgets out of control ہو رہے ہیں اور جتنا cut ہوا یہ unprecedented ہے، آپ کی اسی
منسٹری میں اگر 10% سے کم سامنے آیا ہے تو ان کو ہم مزید push کریں گے کہ they should
comply with Prime Minister's directions اور کئی منسٹریاں ایسی ہیں جنہوں نے
already 30% cut implement کیا ہے۔ انشاء اللہ ایک record amount بچا کر قوم کو
واپس دی جائے گی۔ شکریہ۔

Next Question No. 93. Syeda Sughra Imam.

93. *Senator Syeda Sughra Imam: Will the Minister for Communications be pleased to state the steps taken by the Ministry of Communications to reduce its current expenditures by 30% during the current financial year in pursuance of Prime Minister's directive?

Minister for Communications: (i) In compliance with the instructions contained in Finance Division's letter No.1(1)Exp-IV/2013 dated 1st July,2013, Ministry of Communications has surrendered an amount of Rs.15.760 million out of its non-development budget for the current financial year 2013-14.

(ii) The instructions of Ministry of Finance have been forwarded to attached departments of Ministry of Communications, for compliance.

Mr. Chairman: Any supplementary? Yes Sughra Imam *sahiba*.

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, it is the same question I raised for the Ministry of Communications, it's about the 30% cut in the current expenditure. I checked it in the current pink

book, the budget of the Ministry of Communications, the non-development for the current expenditure side is 4.1 billion rupees.

انہوں نے جواب میں بتایا ہے کہ 4.1 billion میں سے انہوں نے 15.760 million cut کیا ہے۔ جناب! اگر آپ 4.1 billion کا 30% لیں تو that ends up being 300 mil. گزارش یہ ہے کہ پرائم منسٹر صاحب کا اعلان 30 فیصد تھا اور یہاں پر کٹوتی ہے .03%۔ Again my supplementary is that, is the honorable Prime Minister either ان کی جو announcement ہوتی ہیں اس پر وزارت implementation کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو کیا وزیر اعظم اپنا اعلان واپس لیں گے؟

جناب چیئرمین: جی برجیس طاہر صاحب۔

چوہدری محمد برجیس طاہر: شکریہ۔ جناب چیئرمین! فاضل ممبر نے جو سوالات اٹھائے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جو وزیر اعظم نے اعلان کیا ہوا ہے، ان کے اعلان سے قطعی طور پر کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ 30% کی کٹوتی نہیں ہوئی۔ مواصلات کی جو وزارت ہے اس کے پانچ، چھ حصے ہیں۔ پہلی بات تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو Development Expenditure ہیں ان پر تیس فیصد کٹوتی نہیں ہے۔ جتنی بھی کٹوتی ہے وہ non-development expenditure پر ہے۔ جناب چیئرمین! جیسا کہ NHA ہے، اس کے بجٹ پر بھی کوئی کٹوتی نہیں ہے کیونکہ یہ development کرتے ہیں۔ پوسٹل سروسز والے کہتے ہیں کہ ہمارے حالات اچھے نہیں اور انہوں نے ابھی request کی ہوئی ہے کہ ہمیں اس سے exempt کیا جائے لیکن ان کی یہ درخواست قبول نہیں ہوئی۔ اسی طرح جو ہمارے institutions ہیں جن میں technology training کے ادارے ہیں ان کی بھی request ہے کہ ان کو بھی exempt کیا جائے۔ تیس فیصد کٹوتی کا اعلان ہو چکا ہے۔ ابھی کچھ محکموں نے تیس فیصد کی کٹوتی نہیں کروائی، جنہوں نے نہیں کروائی ان سے رابطہ جاری ہے اور وزیر اعظم کے حکم کے مطابق ان تمام محکموں سے non-development expenditure پر تیس فیصد کٹوتی کر لی جائے گی۔

جناب چیئرمین: جی صغریٰ امام صاحبہ۔

سینیٹر سیدہ صغریٰ امام: جناب چیئرمین! شاید وزیر موصوف میرے ضمنی سوال کو سمجھ نہیں سکے۔ گزارش یہ ہے کہ I understand کہ current expenditure پر ہی کٹ لگنا تھا I

understand that یہی non–development ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنی وزارت کا non–
development expenditure or current expenditure budget دیکھیں تو it is
4.128 billion یہ غیر ترقیاتی مد میں ہیں۔ اس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ Ministry of
Communication has surrendered in an amount of 15 million. I agree
with the honourable Minister that this cut was announced for non–
development expenditure that is understood. لیکن وزارت کے اپنے
components ہوتے ہیں. we understand that also. ایک ڈویژن ہوتا ہے اور اس کے ذیلی
ادارے ہوتے ہیں. sub–ordinate offices etc. جو ان کے non–development کو میں
نے pink book میں دیکھا۔ اگر وزیر صاحب pink book نکالیں گے یا اٹھائیں گے جو انہوں نے
منظور کی ہے he will know that it is 4.128 billion rupees sir. My question
is that is the non–development expenditure, non–development
expenditure کا cut .03% ہو رہا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ وزیراعظم صاحب تیس فیصد کھہ رہے ہیں
اور وزارت نے اس پر ابھی تک جو عمل درآمد کیا ہے it is less then 1%. The first
financial quarter is almost over. First financial quarter is coming to
an end we have seen financial quarter تو کیا ہم تیس فیصد تک پہنچ پائیں گے یا
نہیں۔ مجھے تو نہیں لگ رہا کہ ہم پہنچ جائیں گے کیونکہ یہ figure earlier indicate کر رہے ہیں کہ
وزارت اتنی کٹوتی کرنے نہیں جا رہی۔

جناب چیئرمین: جی برجیس طاہر صاحب۔

چوہدری محمد برجیس طاہر: جناب چیئرمین! میں نے اس سے پہلے جو گزارش کی ہے اور
واضح طور پر اس کو explain بھی کیا ہے کہ وزارت کے کچھ components ایسے ہیں جنہوں نے ابھی
تک تیس فیصد کٹوتی نہیں کی اور ہم ان سے رابطے میں ہیں۔ انہوں نے request کی ہے کہ ہمیں
exempt کیا جائے لیکن وزیراعظم صاحب کی طرف سے انہیں کوئی exemption نہیں ملی۔ میں یقین
دلاتا ہوں کہ وزیراعظم کے حکم کو مانتے ہوئے اور جس طرح فاضل ممبر نے بڑے ہی اچھے طریقے سے اس
کو explain کیا ہے کہ وزارت نے کیوں تیس فیصد کٹوتی نہیں کی، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو بھی
ذیلی ادارے ، جنہوں نے ابھی تک تیس فیصد کٹوتی غیر ترقیاتی اخراجھت پر نہیں لگائی ان کی کٹوتی

ہو گی اور انشاء اللہ تعالیٰ جو وزیر اعظم صاحب نے کہا ہے اس پر عمل ہو گا۔ تیس فیصد کٹوتی ہونے کے بعد فاضل ممبر اگر کوئی اگلے rota day پر بات کرنا چاہیں تو ہم ان کو پوری briefing دے دیں گے۔

جناب چیئرمین: جی آپ کچھ اور کہنا چاہتی ہیں another supplementary, we can't have a debate on all these. جی۔

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, since we have very few questions to raise, in any case, I just want to clear.........

Mr. Chairman: He had made a statement.

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, then may be you can defer it to next rota day and let the Ministry examine it.

Mr. Chairman: He has made a statement

کہ جو وزیر اعظم کا اعلان ہے اس پر عمل درآمد کروائیں گے۔

This is a statement you know.

Senator Syeda Sughra Imam: I hope so.

Mr. Chairman: This is a statement which he made on the floor of the House.

کرنل صاحب! آپ کا سوال تھا اور ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ صفحہ نمبر دو پر ہے۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: سوال نمبر ۸۲ اور اس کا reply not received.

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں کرنل صاحب! اس پر تو بات ہو چکی ہے آپ کا سوال نمبر ۵ ہے۔

5. *Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Will the Minister for Communications be pleased to state:

(a) whether it is a fact that a percentage of amount of fine collected is paid to National Highways and Motorways

Police as commission / reward; if so, the ratio and justification thereof; and

(b) the total amount of said commission / reward paid to the said police during the last three years?

Minister for Communications: (a) Yes. 50% of the fine collected goes to National Highways Authority & Motorway Police (NH&MP) while remaining 50% is retained by National Highway Authority (NHA). Out of this amount given to NH & MP, 50% is allocated to Road Safety Campaign Fund, out of this 50%, 25% for Regimental and Welfare Fund of the Force while the remaining 25% is meant for Reward Fund.

(b) The amount of reward paid during the last three years is as under,

Year	*Reward (Rs. in Mill)*
2010–11	113.713
2011–12	117.316
2011–12	154.941

Mr. Chairman: Any supplementary please?

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: No supplementary sir.

Mr. Chairman: Ok. Thank you. Then we move on to next question No. 94. Mrs. Sehar Kamran.

94. *Senator Sehar Kamran: Will the Minister for Education, Trainings and Standards in Higher Education be pleased to state:

(a) the number of students sent abroad for higher education during the last three years with year-wise and province-wise break-up;

(b) the names of the countries to which the said students were sent; and

(c) the procedure/criteria laid down for selection of students for the said purpose?

Mr. Muhammad Baligh-ur-Rehman: (a) A total 430 students have been awarded scholarships under PSDP funded development projects during last three years *i.e.* 2011, 2012 and 2013. The year wise and province wise break up of scholarships is as follows:—

Region	2011	2012	2013
Punjab	64	108	55
Sindh	07	55	10
KPK	23	42	20
Baluchistan	03	06	07
ICT	03	03	02
FATA	00	07	04
AJK	02	05	01
Gilgit Baltistan	00	03	00
Total	**102**	**229**	**99**

(b) These students were sent to 16 different countries of the world. The country wise distribution of the students is as under:—

1.	Australia	08
2.	Austria	32
3.	Canada	05
4.	China	61
5.	France	06
6.	Germany	93
7.	Italy	48
8.	Malaysia	01
9.	Newzeland	05
10.	Norway	01
11.	South Korea	107
12.	Sweden	01
13.	Thailand	09
14.	Turkey	22
15.	UK	28
16.	USA	03

(c) HEC has a transparent mechanism to select the perspective candidates to award the scholarships for higher degrees. For the selection of suitable candidates on merit, a special Committee was constituted by the ECNEC, Government of Pakistan named "National Scholarship Management Committee (NSMC)". The Committee is also responsible for policy decisions to regulate most of the HRD scholarship programs. NSMC has representatives from all four provinces, Planning Commission, PAEC and federal ministries apart from the HEC.

Criteria for Selection of Students for Overseas Scholarships

1. Pakistani/AJK nationals.

2. Candidates must have minimum sixteen years of education (MSc, MA, MBA, ME, MS, B.E / BSc (Egg), M.B.B.S or equivalent).
3. Maximum two second divisions throughout the academic career.
4. Not less than 50% marks in academic career.
5. Maximum age:
    (a) 40 years for full time regular faculty members of public sector Universities/Colleges and employees of the public sector R & D organizations.
    (b) 35 years for all others.
6. The candidates who are already availing any other _ HEC scholarship offer are not eligible to apply.
7. NTS/GAT test and Interview by the team of foreign Professors for final award of scholarship.

Mr. Chairman: Any supplementary please?

سینیٹر سحر کامران: میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ 2013 میں جو ابھی figures آرہی ہیں اور جو scholarship students پر گئے ہیں وہ 2012 کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ کیا یہ ابھی under process ہیں یا یہ سال کے کس حصے میں جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: محترم چیئرمین! انہوں نے بالکل صحیح کہا کیونکہ 2013 کے ابھی ہم اگست میں ہیں اور جو اعدادوشمار یہاں پر دیے گئے ہیں these are uptill 13th of July. یہ جولائی کے اعدادوشمار ہیں۔ یہ بالکل process میں ہیں اور ہم اس میں کافی زیادہ expect کریں گے۔ میں ایوان کو یہ بھی خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ پندرہ سو مزید سکالرشپس anticipated ہیں جو نیا پروگرام Phase III میں شروع کیا جارہا ہے اور اس کے لیے ایک زبردست criteria بھی بنایا جارہا ہے جس میں ان سیکٹرز کو identify کیا جارہا ہے جو پاکستان کی ضرورت ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی عبدالرؤف صاحب۔

سینیٹر عبدالرؤف: شکریہ۔ جناب چیئرمین! معزز وزیر نے جو یہاں جواب میں اعداد و شمار دیے ہیں اس میں ہمارے صوبے بلوچستان کے حوالے سے تیس سال کے اندر مجموعی طور پر سولہ طالب علم بھیجے گئے۔ وہاں پر انہوں نے جو criteria رکھا ہے میں یہ نہیں سمجھتا کہ سارے صوبے سے تیس سال کے اندر وہاں تعلیمی لحاظ سے دو Second Division نہ ہوں اور وہاں پر پچاس فیصد نمبر لینے والے نہ ہوں۔ وہ کون سی وجوہات ہیں جس کی بنیاد پر ہمارے صوبے سے انتہائی کم طالب علم سکالرشپ پر بھیجے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: شکریہ۔ جناب چیئرمین! جو criteria اس میں بنایا گیا ہے اس کو ہمیشہ in letter and spirit follow کیا گیا ہے اور میں فاضل ممبر کو یہ بتانا چاہوں گا کہ 2011 سے اب تک اس میں quota کو follow کیا گیا ہے۔ اگر پہلے کی صورت حال دیکھی جاتی جس میں quota کو follow نہیں کیا جا رہا تھا اور quota regime سے پہلے پھر open merit میں backward areas سے کم لوگ جا سکتے تھے۔ وفاقی حکومت میں جو quotas prevalent تھے اس میں 6% of the quota بلوچستان کے لیے رکھا گیا تھا اور اس کو follow کرکے اس پر کام کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! وزیر موصوف نے کہا کہ ہم نے کوٹا کو follow کیا ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ 2013 میں پنجاب کے ننانوے میں سے پچپن ہیں اور اسی طرح اگر آپ آگے دیکھیں تو سندھ کا کوٹا دس ہے۔ کیا کوٹا کو صحیح follow کیا گیا ہے اور اگر نہیں کیا گیا تو کیا وجہ ہے تو ننانوے میں سے پنجاب کے پچپن کیسے بنتا ہے۔ دوسری بات! ہم ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارا نام کے پی کے نہ لکھا جائے لیکن پتا نہیں کیوں ایسا ہو رہا ہے۔ ہمیشہ کے لیے کے پی کے لکھا جاتا ہے۔ مہربانی کریں، پھر ادھر ہم بھی الٹا نام لیں گے تو اچھی بات نہیں ہو گی۔ ایک تو آج آپ ruling دیں کہ صوبے کا نام خیبر پختونخوا ہے اور یہی نام لیا جائے۔ منسٹر صاحب یہ بھی explain کریں کہ آپ نے پنجاب کو کیسے 55 scholarships دیے ہیں؟

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! یہاں جو majority of the figures دیے گئے ہیں، یہ پچھلی حکومت کے دور میں ہو چکے تھے۔ جہاں تک پوچھا گیا ہے کہ کس طرح ہیں، جو quotas میرے سامنے آئے ہیں اس میں پنجاب کا quota 50% بنتا ہے اور 99 کا 50% تقریباً 50 کے قریب ہوگا لیکن towards the end پورے سال کا جب conclude ہوگا تو مجھے امید ہے کہ یہ quota کے مطابق ہوجائے گا۔ جو پانچ چھ کا فرق آیا ہے، اس کے مطابق ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین: جی زاہد خان۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا محترم وزیر صاحب یہ ensure کریں گے کہ جب سال پورا ہوگا اور سال کے آخر میں ہم question کریں گے تو یہ quota follow کیا گیا ہوگا یا پھر اسی طرح زیادتی کی گئی ہوگی جیسا کہ ابھی ہے۔

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جی انشاء اللہ، ضرور، ہم بالکل اس چیز کو پسند کرتے ہیں کہ quotas, laws and laid down procedures کے مطابق کام ہونا چاہیے۔ میں اپنی ministry میں مزید ہدایت جاری کروں گا کہ محترم سینیٹر کی تسلی کے لیے quotas کو strictly adhere کیا جائے۔

جناب چیئرمین: راجہ ظفر الحق صاحب! یہ جو زاہد خان صاحب نے point raise کیا ہے، بہت دفعہ اعتراض ہوتا ہے KPK لکھنے پر تو kindly instruct all the ministries کہ خیبر پختونخوا پورا لکھ دیا کریں تا کہ یہ اعتراض نہ ہو۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق (قائد ایوان): آئین کو amend کر کے جو نام رکھا گیا ہے، وہی نام پورا لکھنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: اگر آپ کی جانب سے تمام ministries کو instructions چلی جائیں تو in future وہ careful ہوں گے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جی انشاء اللہ۔

جناب چیئرمین: گو کہ تین supplementary questions ہوتے ہیں لیکن آج چونکہ questions کی تعداد کم ہے today is an exception, that is why میں تین ضمنی سوالات سے زیادہ کی اجازت دے رہا ہوں۔ جی کرنل مشہدی صاحب۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: بہت شکریہ جناب۔ ویسے بھی مجھے بولنے کے لیے بہت کم chance ملتا ہے۔

جناب چیئرمین: بہت زیادہ ملتا ہے جی آپ کو۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: But I am really grateful to you. I would like to ask the honourable Minister that out of 99, in the province of Sindh, they could only find 10 people worthy of being granted the scholarships. Whereas, it is the most educated province in the whole of the country. Why this stepmotherly treatment is meted with Sindh and Balochistan. Even from Islamabad, which is an educated city, only two people were sent. As for Gilgit Baltistan, there are some really outstanding students in that area and yet nobody is sent from there, this is very sad. Could he explain why this type of step-motherly treatment is given to the smaller provinces? Thank you sir.

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جنابِ چیئرمین! اس سوال کے صحیح جواب تک پہنچنے کے لیے تو fresh question چاہیے ہوگا کیونکہ تمام details چاہییں۔ اس چیز کو دیکھنا ہوگا کہ applicants میں سے total eligible candidates کتنے تھے۔ اس کے selection process کی تفصیل دی جاچکی ہے۔ اب اگر 2012 کی تفصیل دیکھیں تو سندھ کو اس کے 19% کوٹے سے بھی زیادہ، اگر کوئی space موجود ہوگی تو دیا گیا۔ اگر 2013 میں 10 scholarships دی گئیں تو ابھی ہمارے پاس اس سال کے ختم ہونے میں کافی ماہ باقی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ by the time we close this exercise in this year, justice should be done اور کوٹا کے مطابق کیا جائے۔ جہاں

تک quotas کی بات ہے تو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ وہاں سے کتنے eligible candidates نے apply کیا ہے اور ان کو مل سکا ہے یا نہیں۔

جناب چیئرمین: جی عباس خان صاحب۔

سینیٹر عباس خان: منسٹر صاحب نے تفصیل سے بتادیا ہے لیکن اگر کسی علاقے کا quota follow نہیں کیا جاتا، اگر ایک سال میں ان کو نہیں ملتا تو جن کو پہلے سال زیادہ share ملتا ہے، ان کا quota اگلے سال adjust کیا جاتا ہے یا نہیں؟ ہمیشہ یہ plea لی جاتی ہے کہ کچھ علاقوں کے لوگ eligible نہیں ہیں۔ جب quota ہے تو اسی علاقے کا ہے اور انہیں ہی ملنا چاہیے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کسی صوبے میں اتنے تعلیم یافتہ لوگ نہ ہوں اور آج کل تو ہر جگہ تعلیم کی ratio زیادہ ہے۔ میرا سوال ہے کہ اگلے سال میں quota adjust کیا جاتا ہے یا نہیں؟

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب عالی! یہ بات assumptive ہے کہ کیا ہوا اور اس کے لیے میں نے عرض کیا کہ fresh question چاہیے ہوگا، اس سلسلے میں detail لینے کی ضرورت ہے اور میں totally agree کرتا ہوں کہ quota strictly observe کیا جانا چاہیے۔ جہاں تک بات ہے basic eligibility criteria کی تو عام طور پر لوگ مل جاتے ہیں۔ اگر نہ ملیں تو پھر کسی کو اختیار نہیں ہے کہ اس criteria سے کم کسی کو رکھ سکے۔

جناب چیئرمین: جی مولانا غفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے بہت سارے مرکز کے محکمے صوبوں کو منتقل ہوگئے، اس میں تعلیم بھی شامل ہے۔ میں فاضل منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا Higher Education شعبۂ تعلیم کا حصہ نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر وفاق کے پاس کیوں ہے اور یہ صوبوں کو کیوں منتقل نہیں ہوا؟

جناب چیئرمین: جی بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! یہ سوال جو raise کیا گیا ہے، اس پر کافی debates ہوچکی ہیں اور میرے خیال میں کافی ہونا باقی بھی ہیں۔ اس ایوان سے بھی کچھ

آئی ہوئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑا debatable point ہے لیکن یہ جو resolutions current setup ہے، یہ as it is پچھلی حکومت سے آیا ہے۔ وہ پچھلی حکومت جس نے خود decide کیا، چیزیں devolve کیں، اٹھارھویں ترمیم آئی لیکن اس کے باوجود Ministry of Education بھی موجود ہے، Ministry of Standards in Higher Education بھی موجود ہے۔ ہائر ایجوکیشن کے سلسلے میں بہت سی یونیورسٹیاں provincial setup کے تحت کام کررہی ہیں۔ گورنر ان کو control کررہے ہیں، ان کو وہاں سے funding دی جارہی ہے لیکن ان کو additional funding وفاقی حکومت کی طرف سے دی جاتی ہے۔ یہ funding جو وفاقی حکومت کی طرف سے دی جاتی ہے، یہ 100% funding نہیں ہے، کچھ وہ اپنے طریقے سے بھی raise کررہے ہیں۔ اگر وفاقی حکومت decide کرتی ہے، let's say ابھی اور بھی پروگرام آرہے ہیں جن میں jobs دی جارہی ہیں تو provincial governments میں بھی internships دی جائیں گی جس سے صوبائی حکومتوں کے محکمے بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ اگر وفاقی حکومت کی طرف سے scholarships دی گئی ہیں تو یہ ان صوبائی حکومتوں کے تحت چلنے والی سرکاری یونیورسٹیوں کو بھی دی گئی ہیں۔ یہ HEC کے umbrella کے اندر کام کررہی ہیں اور وہاں perform کررہی ہیں۔ ایک بحث موجود ہے کہ provincial HECs بنائی جائیں، اگر وہ بھی بنادی جائیں تو وہ وہاں کام کریں گی لیکن وفاقی سطح پر ان کی جو بھی مدد ہوسکتی ہے یا standards ensure ہوسکتے ہیں، میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی احمد حسن صاحب۔

سینیٹر احمد حسن: شکریہ جناب چیئرمین۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن ایک بہت اہم ادارہ ہے۔ کچھ دن پہلے ایک ٹی وی چینل پر بتایا جارہا تھا کہ چیئرمین، ہائر ایجوکیشن کمیشن نے کسی دوسرے author کا مضمون اپنے کھاتے میں ڈال کر چھپوایا ہے۔ کیا منسٹر صاحب کو اس کے بارے میں علم ہے؟ آیا یہ حقیقت ہے یا پھر صرف propaganda ہے؟

جناب چیئرمین: اس سوال سے متعلقہ ضمنی تو نہیں ہے، بہرحال منسٹر صاحب اگر جواب دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جنابِ عالی! میرے پاس اس کی کوئی detail موجود نہیں ہے۔ پریس کی خبر ہے یا شاید کچھ لوگوں سے سنا ہے۔ I would say the plagiarism in academia is not acceptable at any level. اگرچہ نقالی یا اس طرح کا کام کسی بھی شعبے میں غلط ہوتا ہے لیکن plagiarism تعلیم کے شعبے میں تو بالکل ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ میں معزز سینیٹر کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ایسی کوئی بھی چیز، خدانخواستہ، سامنے آئی تو اس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔

جناب چیئرمین: جی مولانا حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! آپ ایک سیاسی کارکن بھی ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ صوبوں کی خودمختاری کے حوالے سے ماضی میں کتنی بڑی جدوجہد رہی ہے۔ بہرحال، اٹھارھویں ترمیم کی صورت میں گزشتہ حکومت کے دور میں کچھ اختیارات صوبوں کو منتقل ہوئے۔ اب منسٹر صاحب کا یہ کہنا کہ گزشتہ حکومت میں بھی یہ چیز منتقل نہیں ہوئی، سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر گزشتہ حکومت نے کوئی کوتاہی، غفلت یا غلطی کی ہے تو کیا آپ اس کو جاری رکھیں گے؟ میرے خیال میں اٹھارھویں ترمیم کی روشنی میں جو امور صوبوں کے حوالے کیے گئے، وہ امور صوبوں کے حوالے ہونے چاہییں۔ یہ ایک نیا تنازعہ کھڑا ہو جائے گا۔ اتنی بڑی جدوجہد ہوئی اور اس کے بعد آئین میں ترمیم آئی اور یہ سارا کچھ طے ہوا۔ اب آپ صحت کے شعبے کو دیکھیں کہ اسے یہاں رکھا گیا ہے، تعلیم کے شعبے کو بھی وفاق میں رکھا گیا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اگر باہر سے کوئی امداد ملے تو وفاقی حکومت کو ملے اور صوبے وفاق سے بھیک مانگیں۔ اگر یہ صوبوں کو منتقل ہو گئیں ہیں اور باہر سے تعلیم یا صحت کی مد میں کوئی امداد آتی ہے تو وہ direct صوبوں کو ملنی چاہیے۔ میری گزارش ہو گی کہ اس پر debate ہونی چاہیے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک ترمیم ہو چکی ہے، اسے زیرِ بحث لانا قطعاً مناسب نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین: جی debate ہو سکتی ہے، آپ according to the rules کوئی motion move کریں۔ We could ask the government to respond to all those issues which have been raised, آپ devolution کے تناظر میں بات کرنا چاہتے ہیں. so you move a motion for that. صغریٰ امام صاحبہ آپ کے سوال کا جواب نہیں ہے۔

سینیٹر سیدہ صغریٰ امام: جناب چیئرمین! میرے پاس جواب موجود ہے۔

I was given the reply of question No. 95 at my residence last night.

Mr. Chairman: So answer taken as read.

95. ***Senator Syeda Sughra Imam:** Will the Minister for National Health Services, Regulations and Coordination be pleased to state:

(a) the steps taken by the Government to control hepatitis in the country; and

(b) the steps being taken by the Government to regulate the production and import of drugs for the said purpose?

Reply not received.

Mr. Chairman: Should I treat that way?

Senator Syeda Sughra Imam: Yes Mr. Chairman, be taken as read;

Mr. Chairman: Any supplementary?

Senator Syeda Sughra Imam: Yes sir. My question is related to steps taken by the government to control Hepatitis in Pakistan. As you know sir Hepatitis is an epidemic form, our newspaper "The News" had given statistics which state that about 18 million Pakistanis are approximately a population of 180 million which means nearly 10% of the population is affected by this disease.

سوال کے جواب میں وزیر صاحبہ نے بتایا کہ the national programme on prevention and control of Hepatitis has been devolved. It is currently with the respective provinces. The second part of the reply which is the regulation انہوں نے کہا کہ the Drug Regulatory Authority of Pakistan Act was promulgated in 2012 and through this Act the manufacturing of its medication, import and export has also been managed and controlled at the federal level. I want to ask that is the demand of the provinces being met when 18 million Pakistanis are being affected by this disease because this is not clarified in the reply. یہ جو ادویات import or regulate کر رہے ہیں are they meeting the demand of all the patients in Pakistan?

Mr. Chairman: Minister for National Health Services, Regulations and Coordination.

محترمہ سائرہ افضل تارڑ (وزیر مملکت برائے قومی نیشنل ہیلتھ سروسز، ریگولیشنز اینڈ کوارڈینیشن): جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ معزز رکن کا concern بالکل ٹھیک ہے کہ hepatitis ایک ایسا مرض ہے جو پاکستان میں دن بدن بڑھ رہا ہے۔ کچھ national programmes ایسے تھے جو ابھی بھی federal level پر continue کر رہے ہیں جن میں AIDS, Tuberculosis, Malaria ہیں اور یہ اس لیے جاری ہیں کہ ان کے جو بھی international donors ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ programmes continue کریں۔ Hepatitis کا national programme like all other programmes devolve ہو گیا۔ اب صوبے اس حوالے سے دیکھیں گے۔ ان کا سوال ہے کہ national level پر medicines and vaccines وغیرہ مریضوں کے لیے پوری ہیں؟ اب اسے صوبے یہ ادویات اور vaccines خود purchase کرتے ہیں۔ اس وقت Hepatitis کی دو ادویات ہیں، ان میں ایک injection interferon جو Ferozsons والے بناتے ہیں۔ Ministry of Health نے یہ کیا ہے کہ peginterferon کے نام سے ایک اور دوائی جسے Roche ایک Multinational company نے بنایا ہے۔ اس injection کی قیمت تیرہ ہزار ہے، ہم نے انہیں کہا کہ یہ بہت زیادہ قیمت ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم یہ injection آپ کو کسی

اور brand name سے دیں گے کیونکہ ہم اس پورے region میں اسی قیمت پر بیچ رہے ہیں، ہماری ان سے بات ہو چکی ہے۔ Hepatitis کے معاملے پر provinces are independent, medicines and vaccines کی procurement انہوں نے خود کرنی ہے۔ ہم اپنے level پر اس کی روک تھام کرنے کے لیے awareness campaign or data دیتے ہیں۔

میں on the floor of the House یہ بتانا چاہتی ہوں کہ صحت کے تمام issues کے لیے ہم نے ایک Task Force constitute کی ہے جس میں صوبوں کے Health Secretaries ہیں۔ یہاں مولانا صاحب نے بھی ایک سوال کیا تھا جس کا میں جواب دیتی چلوں کہ وہ محکمے جو devolve ہو گئے ہیں، وہ وفاق میں کیوں ہیں؟ ان محکموں کی وفاق میں رہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بہت ساری international commitments ہیں جن کا answerable آپ کا وفاق ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ میرے محکمے میں Drug Regulatory Authority ہے جو صوبوں کو چلی گئی تھی۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: زاہد خان صاحب! آپ تشریف رکھیں، انہیں conclude کرنے دیں، پھر آپ کو موقع دیا جائے گا۔

محترمہ سائرہ افضل تارڑ: جناب چیئرمین! بہت ساری چیزیں CCI میں decide ہوئیں اور پھر واپس آئیں۔

جناب چیئرمین: وزیر صاحبہ! گزارش یہ ہے کہ I have already said کہ اس issue پر if somebody moves a proper motion and then the government could respond to all those issues. So kindly confine yourself and second thing I want to make it clear کہ گھر پر جواب دینے کا سلسلہ this is an exception today. I would not allow it in future because it can not be treated, taken as read, یہ صرف اس member کے لیے confined ہو گا جس نے سوال اٹھایا ہے باقی ایوان کے ارکان کو یہ موقع نہیں ملے گا کہ وہ جواب پڑھ سکیں۔ So in future it is for all Ministries that whatever is to be brought before the House, it should be brought before the House and it should be placed on the

Table, sending it to the particular Member is not in accordance with the Rules and we can't treat it as taken as read. Thank you.

محترمہ سائرہ افضل تارڑ: جناب چیئرمین! آپ بالکل درست فرما رہے ہیں اور Hepatitis کے بارے میں چونکہ ان کے پاس data نہیں تھا، I was in my constituency کیونکہ وہ flood affected area تھا اور جس وقت میں یہاں پہنچی----

Mr. Chairman: Please ensure in future.

محترمہ سائرہ افضل تارڑ: جی ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! معزز وزیر صاحبہ چونکہ پہلی مرتبہ ایوان میں آئی ہیں اور معزز قائد ایوان بھی بیٹھے ہیں۔ ہم نے پچھلے پورے سال پیپلز پارٹی کو tough time دیا تھا کہ آپ یہاں vertical programme review نہیں کر سکتے، اس پر کمیٹی بھی بنی ہے۔ اب وہ مجھے بتائیں کہ یہ اِدھر already چل رہے ہیں اور وہ M/O Health کا نام بار بار لے رہی ہیں، یہ تو Constitution کی violation ہے کیونکہ آپ کی وزارتِ صحت تو ختم ہو چکی ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ Devolution Committee بحال کر دیں اور ہم اس چیز کو check کریں کہ کیوں یہ آئین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے؟ یہاں کوئی بھی vertical programme نہیں چل سکتا اور انہوں نے یہ بھی مداخلت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے rates مانگے ہیں، آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں ہے، یہ صوبوں کے پاس ہے، وہ خود Hepatitis کی vaccination خریدیں نہ خریدیں۔

جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہو گا کہ ہمیں اس پر پہلے بھی طعنے دیے جاتے تھے، جب ہمارے وزیر نے کہا تھا کہ جو international NGOs ہمیں donations دے رہی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ یہ محکمہ وفاق میں ہونا چاہیے، جس پر مسلم لیگ نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ یہ غلط ہے اور ہمارا آئین کسی NGOs کے تابع نہیں ہے۔ اگر وزیر صاحبہ ہمارے آئین کو کسی بھی donor کے ماتحت کرنا چاہتی ہیں تو یہ آئین کی خلاف ورزی ہے، اس کی ذمہ داری وزیر صاحبہ اور موجودہ حکومت پر ہو گی۔ میں آپ سے دوبارہ درخواست کرتا ہوں کہ آئین پر ڈرون حملے بند کیے جائیں اور آپ اُس کمیٹی کو دوبارہ revive کر

دیں، اس کے چیئرمین رضا ربانی ہوں اور ہر پارٹی کا ایک ایک ممبر اس میں شامل ہو۔ جناب والا! آپ ابھی ruling دیں کہ اب یہ کچھ نہ کریں، اگر یہ کچھ کریں گی تو آئین کی violation ہو گی۔ اگر یہ یہاں کوئی بھی vertical programme چلاتی ہیں، کسی سے بھی بات کرتی ہیں تو یہ آئین کی خلاف ورزی ہو گی اور اگر Article 6 کسی اور پر لگ سکتا ہے تو ان پر بھی لگ سکتا ہے۔

جناب چیئرمین: عباس خان صاحب۔

سینیٹر عباس خان: جناب چیئرمین! میں آپ سے رہنمائی لینا چاہتا ہوں کہ آیا غیر آئینی procedure کے تحت اس ایوان کو آپ یا ہم چلا سکتے ہیں۔ ایسے issues جن میں آئین سے انحراف ہو کیا پارلیمنٹ اسے چلا سکتی ہے؟

جناب چیئرمین: عباس خان صاحب! یہ ضمنی سوال اس سے related تو نہیں ہے، میں سوچ رہا تھا کہ آپ کوئی ضمنی سوال کریں گے۔ اس کے لیے rules کو دیکھ لیں اور rules کے مطابق آپ کوئی motion, resolution یا کوئی اور چیز move کرنا چاہتے ہیں تو you can move that. Instantly, we can't ask the government to respond to a question کہ آپ کھڑے ہو کر اس پر بات کریں، اس کے لیے حکومت کو ایک proper opportunity دیں، آپ move under the rules کریں، we will ask a reply from the government. Constitution and rules خود رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

Next question No. 96 of Senator Mrs. Sehar Kamran *sahiba*.

96. ***Senator Sehar Kamran:** Will the Minister for Education, Trainings and Standards in Higher Education be pleased to state the details of support being provided by the Federal Government to the Provincial Governments in education sector?

Mr. Muhammad Baligh-ur-Rehman: The Federal Government does not provide direct financial support to provincial Government, However substantial funds are provided for Higher Education, Technical & Non Formal Education. According to current

financial year budgetary provisions, the following amounts are available for the following sectors:

Sr.#	Sectors	Budget Allocation
1.	Higher Education	59 Billion
2.	Technical Education	435.24 Million
3.	Non-Formal Education	4710.772 Million

Besides, the Federal Government guides and provides Technical Assistance to the Provincial Education Departments whenever it is required.

Mr. Chairman: Any supplementary?

سینیٹر سحر کامران: جی جناب چیئرمین! میں معزز وزیر صاحب سے پوچھنا چاہوں گی کہ انہوں نے جو budget allocations رکھی ہیں، ان کی disbursement کا طریقہ کار کیا ہے؟ کیا اس میں کوئی quota fix ہے؟

جناب چیئرمین: جی، بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! سوال پوچھا گیا تھا کہ وفاقی حکومت Provincial Governments کو education sector میں کیا support provide کر رہا ہے؟

اس کا جواب یہ تھا کہ direct تو کوئی بھی support نہیں ہے لیکن Ministry of Education, Trainings and Standards in Higher Education کی طرف سے Technical & Non Formal Education اور literacy کے لیے معقول فنڈ فراہم کیے جاتے ہیں۔ ان شعبوں میں وفاق invest کر رہا ہے۔ Higher Education میں 59 billion, Technical Education میں 435 million اور Non-Formal Education میں 47 billion روپے خرچ کیے جا رہے ہیں۔ یہ پچھلے سال کی نسبت زیادہ بجٹ ہے۔ اس کے لیے ہم کوشش کرتے ہیں کہ جہاں پر بھی ایسی opportunity ملے جہاں پر ہمیں معلوم ہو جائے کہ یہاں پر صوبائی محکمے نہیں پہنچ سکتے اور ان کے literacy programme نہیں پہنچ سکتے تو وہاں پر ہم address

کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ صوبائی محکمہ وہاں پر address کر رہا ہے تو ہم retreat بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ NCHD recently کے teachers ان سکولوں سے واپس بلا لیے گئے جہاں پر وہ صوبہ قابل ہوا اور انہوں نے اپنے teachers پہنچائے تو تمام صوبوں سے وہ ہم نے واپس بلوا لیے۔ Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ عبدالرؤف صاحب۔

سینیٹر عبدالرؤف: شکریہ، جناب چیئرمین! میری دانست میں جو سوال پوچھا گیا ہے اس میں صوبوں کے حوالے سے بات کی گئی ہے کہ جتنے بھی ہمارے صوبے ہیں یہ ہمیں بتایا جائے کہ صوبہ وار صوبہ بلوچستان، سندھ، پنجاب اور پختونخوا کے حوالے سے کتنا کتنا اس مد میں تعاون کیا گیا ہے؟

جناب چیئرمین: جی، بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! میں نے عرض کیا کہ اس سوال کا جواب تو بڑا simple ہے کہ directly کسی صوبے کو نہیں دیا گیا ہے کیونکہ سوال میں پوچھا گیا تھا کہ صوبوں کو کتنی رقم دی گئی تو اس کا جواب تو بڑا واضح ہے کہ صوبوں کو کوئی رقم نہیں دی گئی لیکن جو ہمارے اپنے پروگرامز ہیں ان پروگراموں میں مختلف صوبوں میں یہ جو اربوں روپے خرچ کیے ہیں ان تمام صوبوں میں، وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں، گلگت بلتستان میں، فاٹا اور تمام areas میں یہ خرچ کیے گئے ہیں اور ان کی detail کافی لمبی ہے، وہ میرے پاس موجود ہے، اگر ممبر چاہیں تو میں ان کو دے سکتا ہوں۔

Mr. Chairman: Thank you. Last supplementary, Sehar Kamran Sahiba.

سینیٹر سحر کامران: جناب چیئرمین! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ جو disbursement ہوئی ہے یہ کن صوبوں میں کتنی ہوئی ہے specifically Technical Education میں؟

جناب چیئرمین: جی، بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! یہ میرے پاس چونکہ details ہیں محکمہ وار کہ کتنے کتنے ہوئے ہیں لیکن اس میں مختلف محکموں کے چونکہ NEPTIC جو ہے وہ Technical Education کو دیکھتی ہے اور اس کی details میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اگرچہ یہ سوال کا

حصہ نہیں تھا۔ انہوں نے جو percentage کی بات کی کہ کس طرح کیا گیا ہے۔ NEPTIC کا اپنا ایک بورڈ تھا۔ انہوں نے ایک کوٹہ بنایا تھا کہ کس کوٹے کے حساب سے یہ خرچ کیے جائیں گے۔ اس میں backward areas کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ جناب چیئرمین! اگر آپ مجھے allow کریں تو میں ابھی فائل میں دیکھ کر ان کو بتا دیتا ہوں۔

Mr. Chairman: Now, we move on to the next question, Mrs. Sehar Kamran *sahiba*.

97. *Senator Sehar Kamran: Will the Minister for Education, Trainings and Standards in Higher Education be pleased to state:

(a) the male and female literacy rate in the country at present; and

(b) the steps being taken by the Government to improve the said rate?

Mr. Muhammad Baligh-ur-Rehman: (a) According to the latest Pakistan social and living standards measurement (PSLM) survey 2011-12, the literacy rate of the population of male is 70% and that of female is 47% .Total literacy rate for the year 2011-12 is 58%.

(b) NCHD and BECS, attached departments of Ministry of Education Trainings and Standards in Higher Education, are playing a pivotal role in improving the literacy rate in the country. Moreover Provincial Literacy Departments are also contributing towards improving the literacy rates. UNICEF and UNESCO in collaboration with this Ministry are also endeavoring in this direction.

Mr. Chairman: Any supplementary?

سینیٹر سحر کامران: جناب چیئرمین! میں honourable Minister سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ جو literacy rate انہوں دیا ہے it is a matter of high concern لیکن literacy کو کیسے define کریں گے؟

How this has been done, how will he define the literacy?

جناب چیئرمین: جی، بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! honourable Senator نے بہت اچھا سوال کیا ہے کہ it is extremely important کہ سروے کرنے کے لیے کیا methodology استعمال کی گئی ہے اور اس میں سروے کا کیا سائز تھا تو یہ سروے Federal Bureaue of Statistics نے کیے تھے۔ This survey is called Pakistan Social and Living Standards Measurement (PSLM) survey جو 2011-12 میں کیا گیا تھا۔ میں نے آنے سے پہلے sample size کے بارے میں پتا کیا تو پتا لگا کہ 80,000 کا sample size ہوا ہے جو surveys کرنے کے حساب سے quite reasonable ہے اور کافی بڑا sample size ہوتا ہے۔ اس میں بہت سارے اور factors ہوتے ہیں۔ Survey کرنے میں دیکھا جاتا ہے کہ کہاں سے سروے کر رہے ہیں، کتنے percent rural لیا گیا ہے، کتنے percent آپ نے urban data لیا ہے اور صوبوں میں کس طرح divide کیا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ اس میں provincial size کو بھی مد نظر رکھا گیا تھا۔ I personally think کہ یہ quite accurate ہے۔ اس کے علاوہ جو انہوں نے پوچھا کہ اس کا کیا معیار ہے اور literacy کس کو کہا جاتا ہے؟ جو سروے میں انہوں نے اپنے سامنے standard رکھا تھا وہ یہ تھا کہ جو شخص اردو میں ایک سادہ پیرا گراف پڑھ سکے اور اپنا نام لکھ سکے تو اس کو literate کہا جائے گا۔ By that standard یہ جو 58% کا figure ہے یہ وہ represent کرتا ہے۔ Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ، جناب چیئرمین! میں گزشتہ پوچھے گئے سوال کو اس سوال کے ساتھ club کرتی ہوں۔ انہوں نے 58% خواندگی کی شرح بتائی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ 58% شرح پنجاب میں ضرور ہو مگر جہاں تک ہمارے اپنے صوبے کا تعلق ہے جس میں 35% مرد اور 28%

women کے لیے ہے اور وہ بھی صرف وہ لوگ جو اپنا نام لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ انہوں نے کس طریقے سے اس سروے کو پورے ملک میں 58% بتایا۔ میرے خیال میں اگر صوبہ وار دیکھا جائے تو میرے صوبے کی 30% اور 32% بھی اس وقت چند علاقوں میں ایجوکیشن نہیں رہی۔

دوسرا جناب چیئرمین! جہاں تک انہوں نے کہا کہ NEPTIC training دے رہا ہے۔ NEPTIC نے ابھی تک ایک سینٹر ہمارے بہت زیادہ اصرار پر کوئٹہ شہر میں کھولا ہے مگر اس میں بھی ابھی تک training شروع نہیں ہوئی۔ تو آپ کس طرح شمار کرلیتے ہیں کہ training بھی شروع ہوگئی ہے اور خواندگی کی شرح بھی بڑھ گئی ہے۔ میں منسٹر صاحب سے یہ درخواست کروں گی کہ آپ اس سوال کا جواب اگر دوبارہ دیں یا ہم دوبارہ اس کے بارے میں question move کریں تو آپ اس میں detail سے جواب دیں کیونکہ یہ بات تعلیم کی ہے اور تعلیم اور صحت جس ریاست میں یہ دو چیزیں نہیں ہیں وہ ناکام ریاست ہوتی ہے تو اگر اس کا figure بتایا جائے تو بہتر ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! honourable Senator نے جو سوال پوچھا ہے اس میں national average بتائی گئی ہے۔ اس میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا گیا ہے کہ یہی average کسی ایک صوبے میں represent کرتی ہے۔ عموماً backward areas میں average کم ہوتی ہے۔ صوبوں کے بھی backward areas میں percentage کا فرق ہوتا ہے اور even Pakistan میں جو gender disparity ہے education میں وہ بھی اس جواب میں واضح ہے کہ male میں literacy 70% ہے اور female میں 40% ہے and when we take an average تو وہ پورے ملک میں 58% بنتی ہے۔ تو یہ general average ہے، اس میں ہرگز یہ نہیں کہا گیا ہے کہ بلوچستان کی اتنی ہوگئی ہے اور باقی کسی کی اس سے کم یا زیادہ ہوگی۔

دوسری بات جو انہوں نے کہی کہ NEPTIC کہاں کہاں کام کر رہا ہے اور اس کا صوبہ بلوچستان میں صرف ایک سینٹر ہے۔ جناب والا! NEPTIC ایک پروگرام یہ بھی implement کرتا ہے کہ جس میں ہزاروں لوگ training کرتے ہیں۔ اس سال وزیر اعظم صاحب نے 25 ہزار نوجوانوں کو train کرنے کا کہا ہے اور وہ NEPTIC training کے ذریعے دی جائے گی۔ اس کے

لیے NEPTIC کے institutes تو ہرگز کافی نہیں ہیں لیکن تمام صوبوں میں، تمام districts میں پرائیویٹ اور گورنمنٹ institutes سے بات کی جاتی ہے اور ان کے پاس ان students کو بھیجا جاتا ہے اور ان کو training کرائی جاتی ہیں۔ کسی صوبے کی institute میں جو TEVTA کے تحت کام کر رہے ہیں، Punjab Vocational Training Council (PVTC) کے تحت کام کر رہے ہیں، اس طرح مختلف صوبوں میں کام کر رہے ہیں ان کے پاس جو trainings کرائی جاتی ہیں وہ in fact NEPTIC کے umbrella میں ہوتی ہے اور اس میں count ہوتی ہے۔

Thank you.

جناب چیئرمین: جی، حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: شکریہ، جناب چیئرمین! میں محترم وزیر صاحب سے یہ پوچھوں گا کہ آپ نے اس شرح کا کیسے سروے کیا ہے؟ آپ نے یہ فرمایا کہ جو ایک سطر یا ایک لائن پڑھ سکتا ہو، جبکہ عموماً جیسا کہ میری محترم بہن نے بھی کہا کہ جو دستخط کر سکے اس کو بھی literacy میں شامل کرتے ہیں۔ پھر آپ نے صوبوں کے متعلق کہا اور فاٹا کے متعلق آپ نے نہیں بتایا کہ فاٹا میں خواتین اور مردوں کی شرح خواندگی کیا ہے؟ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی، بلیغ الرحمٰن صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جناب چیئرمین! میں نے ایک لائن کی بات نہیں کی تھی۔ میں سینیٹر صاحب کو یاد کراؤں کہ جو standard بنایا گیا کہ 2011 میں جو last survey ہوا تھا اور جو available ہے اور اس وقت latest survey ہے اس میں ایک پیراگراف کی بات کی گئی ہے۔ میرے پاس کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں اس کو doubt کروں کیونکہ کہا اور بتایا گیا ہے کہ fairly accuracy سے یہی standard رکھا گیا تھا کہ ایک پیراگراف وہ پڑھ سکے اور اپنا نام دستخط کر سکے، تو یہ دو standards ہیں جن کو base بنا کر اگر یہ کر سکتا ہے تو وہ literate ہے اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو وہ illiterate کی category میں جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کا جو جواب دیا گیا ہے اس میں کہیں بھی فاٹا کا ذکر نہیں ہے یا کسی اور صوبے کا ذکر نہیں۔ یہ national average ہے including FATA and including all the areas.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب! میں نے literacy rate کی بات کی ہے۔

Mr. Chairman: Haji *sahib*, we cannot have a cross talk. Yes, you can ask the question.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب! میں نے یہ پوچھا ہے کہ ہمیں بتایا جائے کہ فاٹا میں مردوں اور عورتوں کی شرح خواندگی کیا ہے؟

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔ آپ کو کیا اس پر fresh notice چاہیے؟

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: جی چیئرمین صاحب، یہ چونکہ سوال کا حصہ نہیں تھا اس لیے I am sorry اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے اور میں کوئی غلط guess august House کے سامنے نہیں کرنا چاہتا۔

جناب چیئرمین: جی حاصل بزنجو صاحب۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: شکریہ جناب چیئرمین صاحب، یہ جو سوال کا جواب آیا ہے، یہ آج کا نہیں ہے بلکہ سالوں سے یہ ہی چلا آرہا ہے۔ ہم لوگوں نے جو اپنا literacy rate نکالا ہے، میرا مطلب ہے کہ 5% لکھنا it itself is a joke. اگر یہ کہنا کہ ایک آدمی اپنا نام لکھتا ہے اور آپ اسے تعلیم یافتہ کی category میں لاتے ہیں، پوری دنیا میں اس کا criterion بدل چکا ہے، پوری دنیا بدل چکی ہے، لوگ میٹرک کجا پرائمری پاس بھی نہیں ہیں۔ اگر آپ کچھ پڑھتے ہو تو آپ کو تعلیم یافتہ کہا جاتا ہے۔ اپنے لوگوں کے ساتھ اس قسم کی زیادتی بند کی جائے اور اس criterion کو change کیا جائے۔ لوگوں کو انقلابی بنیادوں پر مجبور کیا جائے کہ وہ سکولوں میں پڑھنے کے لیے جائیں۔ آپ تو صرف اس بات پر خوش ہیں کہ وہ اپنے دستخط کر سکتے ہیں، نام لکھ سکتے ہیں اور انہیں تعلیم یافتہ category میں ڈال دیا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک دقیانوسی چیز ہے اور اسے change کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ کوئی ایک لفظ لکھ لیتا ہے تو ہم اس چیز کو declare کر دیتے ہیں کہ ہمارا literacy rate بڑھ رہا ہے۔ بہر حال اس کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

جناب محمد بلیغ الرحمٰن: شکریہ جناب چیئرمین! معزز سنیٹر نے بجا کہا کہ یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہےاور نہ ہی اس پر فخر کیا جا رہا ہے بلکہ بحیثیت قوم یہ انتہائی شرمندگی کی بات ہے کہ ہمارے ہاں شرح خواندگی بھی اتنی کم ہے۔ ہم out of school children میں دنیا میں 2nd number پر ہیں، ہم school enrollment میں بھی اقوام عالم میں بہت پیچھے ہیں۔ اس کو drastically تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے Millennium Development Goals کے لیے sign کیے ہیں ، comity of nations میں ہمارے حالات بہت برے ہیں اور ہم کسی بھی طرح 2015 تک ان commitments کو پورا نہیں کر سکتے۔ اب جسے literacy لکھا جاتا ہے، خواندگی کے لیے ایک definition تیار کی گئی تھی۔ میرے خیال میں اگر اس کے standards بنائے جائیں تو پہلے کوئی خواندہ ہو گا، پھر باقاعدہ تعلیم یافتہ ہو گا، پھر اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو گا۔ برائے خواندگی تو یہ debatable بات ہے کہ ہم اس کی کیا definition بنائیں۔ 2011 میں جو definition بنائی گئی ہے اس کے لیے اگر کہا جائے کہ خواندہ شخص وہ ہے جو بے شک اپنا نام نہ لکھ سکے لیکن کچھ پڑھ سکے تو یہ definition declare کی جا سکتی ہے۔ یہ صرف خواندگی کی definition ہے، اس میں یقیناً scope موجود ہے اور ہم نے اس سے بہت آگے جانا ہے۔ ہمارا literacy rate should be 100%. ہمارے سکولوں میں enrollment کی شرح

should be 100%. Our dropout rate should be controlled and there are no two questions about it. Thank you, honourable Chairman.

جناب چیئرمین: زاہد خان صاحب چار سپلیمنٹری سوال ہو چکے ہیں۔ چلیں آپ ایک لے لیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حاصل بزنجو نے بات کی یہ اچھی بات ہے۔ دو دفعہ یہاں پر Ministry of Education and Ministry of Health کا نام لیا گیا ہے جو کہ آئین کی خلاف ورزی ہے۔ میں آپ سے request کرتا ہوں کہ ان الفاظ کو expunge کیا جائے تا کہ یہ record پر نہ ہوں کیوں کہ جس چیز کا وجود ہی نہیں ہے اور وزراء صاحبان وہی نام لے لیتے ہیں تو کیا یہ آئین کی پامالی نہیں ہے؟ میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ جب پنجاب گورنمنٹ کو شیخ زید ہسپتال نہیں دیا جا رہا تھا تو آپ نے پیپلز پارٹی کا کیا حشر کیا تھا۔

Mr. Chairman: Yes, Leader of the House, this is an issue which has also been raised earlier

and then the کس کے پاس ہے domain ہو چکے ہیں، ان کی subjects devolve اور جو matter was also referred to the Committee earlier, you might recall

we believe that whatever has اور ابھی جو زاہد خان صاحب نے بات کی ہے that. been brought in the Constitution under the 18th Amendment, everybody sitting over here believes in that and everybody already اور جو کمیٹی let it be examined اس لیے supported that amendment. کر رہی تھی جس کو refer کیا ہوا تھا exist

in consultation with the Leader of the Opposition, we can proceed further on those issues.

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq: Mr. Chairman, there is a Special Committee which is watching and monitoring the devolution process. Myself and Senator now Minister Ishaq Dar, we are also the members of that Committee. It is headed by Dr. Jehangir Badar. We fully support the basic idea of devolution of all those subjects which used to be with the centre and now they have been devolved on to the provinces. So, I don't know whether next meeting of the Committee will be called or not but we will see to it that the devolution process is completed as early as possible.

Mr. Chairman: Thank you. The Question Hour is over. Let me first read the leave applications.

Leave of Absence

Mr. Chairman: Now I read the leave applications.

سینیٹر محمد رفیق رجوانہ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 95th اجلاس کے دوران مورخہ 21 and 12,17,18 جون اور موجودہ اجلاس میں 26 to 21 اگست ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر سید مظفر حسین شاہ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 گست تا اختتام حالیہ اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: حاصل بزنجو صاحب! آپ کا کیا issue ہے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین! یہاں پر provinces کو جو subjects devolve کیے گئے ہیں ان پر بات ہوئی۔ اس پر زاہد صاحب اور راجہ ظفر الحق صاحب نے بھی بات کی ہے۔ جناب! بار بار حکومت پر الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ ایک subject کو devolve کرتے ہیں تو پھر اسی کو واپس لے لیتے ہیں۔ صوبوں کو جو چیزیں دی گئی ہیں، انہیں کوئی نہ کوئی نام دے کر آپ فیڈرل گورنمنٹ میں روک لیتے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ اس پر ہاؤس میں ایک discussion ہو جانی چاہیے کہ کون کون سی چیزیں provinces میں جانی ہیں اور کونسی چیزیں روک لی گئی ہیں، بجائے اس کے کہ کل کوئی سپریم کورٹ میں جائے یا دوسری کورٹ میں جائے اور create problem ہو تو اس سے بہتر ہے کہ ہاؤس اس پر یہاں بحث کر کے اس کا کوئی conclusion نکال لے تاکہ وہ حکومت کے لیے guideline کا کام دے سکے۔

Chairman's Ruling on a Point of Order Regarding Live Telecast of Senate Proceedings

Mr. Chairman: Thank you. Zahid Khan *sahib*, the honourable Minister for Information is also here, yesterday you raised an issue regarding the televising live speech of the Interior Minister. I have checked the record, no permission was asked from the Chairman and if we read the rule 258, according to that the custody of all documents and record is with the Chairman and that

can be only given when somebody apply for that. So, we cannot discriminate the either side

کہ ایک side کی بات live چلی جائے اور دوسری side کی بات سنی بھی نہ جا سکے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ

House is sovereign and the authority rests with the Chairman. So, all Government departments must seek permission before publishing any document relating to the proceedings of this House. So, whatever was done, it was done against the rules. Minister *sahib*, kindly ensure that in future without seeking the permission of the Chair no proceeding would be published.

جناب اعتزاز صاحب نے بھی بات کی کہ

there are certain things which are to be expunged. If such an issue is raised, then the Chair is asked to expunge such and such things. If the issue has already been aired and reached the public then what is the sense of expunging all those remarks.

میں سمجھتا ہوں کہ in future without the permission of the Chair کوئی چیز public نہیں ہونی چاہیے لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی کی تقریر، کسی کا بیان televise ہونا ہے تو

they must adopt the rules and seek the permission, we can examine it and the permission can be given at the appropriate time. Thank you. Yes, Minister for Information.

جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین! میں نے جو point raise کیا تھا اس کی main وجہ یہ تھی، آپ نے دیکھا کہ اس دن جب معزز وزیر داخلہ صاحب کی تقریر live نشر ہو رہی تھی۔ یہاں سے جو سوالات اٹھائے گئے ان کا غلط جواب دیا گیا، میں ابھی کی بات کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہ میرا دوست ہے، بہت اچھا دوست ہے لیکن اس نے جو بیان دیا کہ ہم نے dialogue one week میں شروع کیا تھا تو ایک سال ایک مہینے کے بعد آپریشن شروع کیا تھا۔ اس بات کو، جب میں ہاؤس سے باہر گیا، تو میڈیا والوں نے مجھ سے پوچھا کیونکہ اگر میری بات بھی live جاتی تو باہر یہ چیز

دیکھی جاتی کہ میں نے کیا کہا ہے۔ میں آج ان کے ریکارڈ کی درستگی کرتا ہوں کہ معزز وزیر صاحب بات کریں، پوچھیں، اس کے بعد suggestion دیں کیونکہ جو آپریشن کی بات ہو رہی تھی وہ الگ تھی اور جو dialogue کی بات تھی وہ one week ہے میں آج بھی اس پر قائم ہوں، ٹھیک ہے میں نے بات کی تھی کہ ان سے نہیں ہو سکتا یہ الگ بات ہے لیکن dialogue ہم نے one week میں شروع کئے تھے۔

جناب چیئرمین: جی وزیر برائے اطلاعات و نشریات۔

سینیٹر پرویز رشید (وفاقی وزیر برائے اطلاعات و نشریات): شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ جو آپ نے رولنگ دی ہے یقیناً اس کا احترام کیا جائے گا اور آئندہ جو آپ نے فرمایا ہے بالکل اسی طریقے سے اس کو اختیار کیا جائے گا لیکن ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جب تقریر چلی، کیونکہ یہ ایک اہم چیز تھی اور لوگوں کی اس میں دلچسپی تھی لیکن یہ نہیں ہوا کہ صرف وزیر داخلہ کی تقریر پی ٹی وی سے چلائی گئی بلکہ اس کے علاوہ جتنے سوالات اٹھائے گئے تھے جیسے رضا ربانی صاحب نے سترہ سوالات اٹھائے تھے، اعتزاز احسن صاحب نے تقریر کی اور باقی جن سینیٹر حضرات نے تقریر کی وہ ایک پورا پروگرام تھا، اور ایک پیکیج کی صورت میں ان تمام لوگوں کے سوالوں کو اور تمام لوگوں کی تقاریر کو بھی پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیا گیا لیکن جیسا کہ آپ نے حکم فرمایا ہے آئندہ اسی کے مطابق کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ وزیر صاحب، I am not concerned کہ کس کا کتنا بیان آیا، کس کا نہیں آیا، I am only concerned کہ یہ ہاؤس کی property تھی اور ہاؤس سے permission لے کر نشر کی جاتی۔ In future the department should be careful. اس کے جواب میں کتنا کوئی مطمئن ہوتا ہے، کتنا اس کو ٹیلی ویژن پر موقع ملا that is not my concern. جی رضا ربانی صاحب۔

Point of Order

Need for Government's View on Foreign Policy

سینیٹر میاں رضا ربانی: شکریہ جناب چیئرمین! آپ کے توسط سے میں لیڈر آف دی ہاؤس کی توجہ چاہوں گا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ دو دن پہلے میں نے آپ کے توسط سے گزارش کی تھی کہ

حکومت کا ابھی تک فارن پالیسی کے متعلق کوئی پالیسی بیان نہیں آیا۔ اس دوران دوحہ میں طالبان کا دفتر کھلا، اس دوران حکومت نے طالبان کے ساتھ مذاکرات کی بات کی، کرزئی صاحب یہاں پر تشریف لائے، کیری صاحب یہاں پر تشریف لائے۔ LOC پر روزانہ violation اسی طرح چل رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت نے نیشنل سیکورٹی کونسل کو دوبارہ revive کردیا ہے۔ یہ تمام کے تمام حساس issues ہیں بالخصوص نیشنل سیکورٹی کونسل کا، اس پر ہم اپنی آراء as an opposition, as a سیاسی جماعت دینا چاہتے ہیں لیکن ہم پہلے حکومت کا موقف اس پر سننا چاہتے ہیں تاکہ ہم off the cuff بات نہ کریں۔ میں نے گزارش یہ کی تھی کہ اس موجودہ اجلاس کے دوران اگر فاضل Leader of the House, National Security Advisor صاحب سے کہیں کہ وہ ہاؤس کو آکر اعتماد میں لیں تو مناسب ہوگا۔ راجہ صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ ان سے بات کرکے ہاؤس کو بتائیں گے۔ اب ہاؤس prorogue ہوتے میں دو یا تین دن رہ گئے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے پچھلے اجلاس میں بھی یہ بات کی تھی کہ وہ تشریف لائیں لیکن وہ نہیں آئے، پتا نہیں کیوں وہ فارن آفس کے گرد Wall of Berlin بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور نہیں چاہتے کہ پارلیمان یا کسی اور کی وہاں پر شنوائی ہو، ان کو confidence میں لیا جائے۔ میں آپ کے توسط سے راجہ صاحب سے یہ پوچھوں گا کہ آیا ان کی بات ہوئی ہے اور National Security Advisor صاحب کب تشریف لائیں گے۔

جناب چیئرمین: جی راجہ ظفر الحق صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! دو دن پہلے یہ سوال اٹھا تھا اور دوحہ میں جو طالبان نے آفس کھولا تھا اس کے بارے میں اس سے پچھلے اجلاس میں بھی بات ہوئی تھی لیکن میں نے اس وقت بھی یہی گزارش کی تھی کہ اس وقت اس میں کوئی progress نہیں ہوئی اور واقعی بعد میں یہ بھی کہا گیا کہ افغان حکومت کے کہنے پر ان کا دفتر بند کر دیا گیا، وہ ایک setback تھا لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ کرزئی صاحب یہاں تشریف لائے ان کا ایک دن کا دورہ تھا لیکن معاملات کو مزید discuss کرنے کے لیے انہوں نے ایک دن کی توسیع کر دی۔ آج کیبنٹ کی میٹنگ تھی اس لیے ابھی تک میری سرتاج عزیز صاحب سے بات نہیں ہوئی۔ میں اپنی پہلی فرصت میں بات کرکے ہاؤس کو آگاہ کروں گا۔

Mr. Chairman: Thank you. Before we resume the discussion on President's address.... Yes Raza Rabbani.

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! اب مسئلہ یہ ہے کہ کل Thursday ہے، پرسوں Friday ہے اور Friday کو ہاؤس نے prorogue ہو جانا ہے اور پھر تین چار ہفتوں کے بعد ہاؤس کا جو schedule ہے وہ ملے گا لہٰذا اگر وہ اس میں بھی نہیں ہوا، اگر اس اجلاس میں نہیں ہوا تو پھر جب اپوزیشن کوئی بات اپنے تئیں کرتی ہے خاص طور پر نیشنل سیکورٹی کونسل پر تو پھر ہمیں موردالزام نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ میں نے Saturday کو through media حکومت سے بات کی کہ وہ نیشنل سیکورٹی کونسل پر اپوزیشن کو اعتماد میں لے۔ میں نے Monday کو بات کی through the Leader of the House کہ وہ آکر ہمیں brief کریں اور آج میں نے پھر درخواست کی ہے۔ اس دوران ہم نے کوئی بیان نہیں دیا، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ یہ نیشنل سیکورٹی کا issue ہے اس کو ہم اس طرح deal نہیں کرنا چاہتے لیکن اگر حکومت پارلیمنٹ کو redundant بنانا چاہتی ہے، اگر پارلیمنٹ کو خاص طور پر bypass کرکے یا نیشنل سیکورٹی کے ایڈوائزر Minister of Foreign Affair bypass کرکے اپنا کام چلانا چاہتے ہیں تو پھر ہم مجبور ہو جائیں گے کہ جو ہمیں information off the cuff مل رہی ہے یا میڈیا کے ذریعے مل رہی ہے ہم اس پر بات کریں گے، پھر اس پر reaction کریں گے۔ لہٰذا آپ کے توسط سے ایک بار پھر نہایت مودبانہ گزارش کروں گا Leader of the House سے کہ یہ نہایت سنجیدہ معاملہ ہے اس کو اس طرح نہ جانے دیں۔ ان دو دنوں میں وہ ensure کریں کہ فاضل ایڈوائزر صاحب تشریف لائیں اور ہاؤس کو اعتماد میں لیں۔

جناب چیئرمین: حاجی عدیل صاحب آپ بھی اسی issue پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: نہیں،۔

جناب چیئرمین: اچھا، جی راجہ ظفرالحق صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفرالحق: جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو پہلے گزارش کی ہے وہ کافی ہونی چاہیے کہ میں آج یا کل کوشش کروں گا کہ ان سے رابطہ کرکے کوئی وقت لوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ، before we move on to resume the discussion on President's Address ایک گزارش Leader of the House and Leader of the Opposition سے ہے۔ Let us have a consensus کہ almost 38 speakers ہیں جو لسٹ مجھے فراہم کی گئی ہے and you understand کہ آج، کل اور پرسوں تک

اجلاس ہے .and we have to conclude this discussion also before Friday
یہ آپ بتا دیں کہ ایک سپیکر کے لیے کتنا وقت آپ suggest کرتے ہیں۔ مجھے جو لسٹ فراہم کی گئی ہے اس کے مطابق 38 members. ANP is very active ان کے بارہ کے بارہ ممبران کے نام ہیں۔ یہ مجھے طے کر دیں، مجھے جو لسٹ فراہم کی گئی ہے وہ بارہ ممبران کی ہے۔ This is taken by the Parliamentary leaders, Leader of the House and Leader of the Opposition. یہ آپ طے کر لیں اس کے مطابق .we can proceed جی راجہ صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب والا! یہ تجویز بہتر ہے، اس میں یہ نہیں کہ وقت تھوڑا ہے بلکہ صدر صاحب اپنے پانچ سال پورے کر کے آٹھ تاریخ کو اپنا آفس چھوڑ جائینگے۔ ایک عجیب اتفاق ہوا کہ اسی دوران اس حکومت کا change over بھی ہوا ہے، اس سلسلے میں بعض دفعہ اس کو تنقید کا ذریعہ بنایا جاتا تھا، بعض دفعہ تعریف کا، یہ ایک ایسی صورت ہے کہ ہم بھی کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتے جو ان کے tenure پر کوئی بلاوجہ تنقید ہو یا ان کی پارٹی پر ہو۔ جس خوش اسلوبی سے یہ پانچ سال گزرے ہیں، جیسے بھی گزرے ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا وقت باقی ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو۔ میں اپنے لحاظ سے سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو جو issues confront کرتے ہیں ان پر توجہ دی جائے اور وہ common ہیں۔ پاکستان کی معیشت ہے، پاکستان کے سیکورٹی کے مسائل ہیں اور پاکستان میں extremism ہے، صحت کے مسائل ہیں، تعلیم کے مسائل ہیں ان پر اگر کوئی تجاویز دی جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا جو public oriented ہوں۔ بجائے اس کے کہ ہم ایک دوسرے کے کپڑے پھاڑتے رہیں، ایک دوسرے پر الزامات لگاتے رہیں، ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے رہیں، یہ کوئی قوم کی خدمت نہیں ہوگی۔ اس لیے یہ تعداد کم کی جا سکتی ہے اور اگر پارٹیاں یہ کہیں کہ دو یا تین لوگوں نے تقریریں کرنی ہیں کسی ایک جماعت سے تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ، گزارش ہے کہ time constraint کا میں نے پہلے ذکر نہیں کیا، یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ جتنے بھی سپیکر بولنا چاہیں گے we have to give them opportunity.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! میں گفتگو کر رہا ہوں آپ میری گفتگو میں interfere کر رہے ہیں۔ آپ مجھے بات مکمل کرنے دیں میں آپ کو موقع دوں گا۔ ابھی پانچ منٹ پہلے آپ کو موقع دیا ہے۔ راجہ صاحب نے جو بات کی ہے میں اس پر عرض کر رہا ہوں۔ آپ نے Leader of the House, Leader of the Opposition and Parliamentary Leaders نے فیصلہ کرنا ہے یہ آپ طے کر لیں، کتنے سپیکرز ہوں گے، کتنا وقت دیں گے ہر سپیکر کو it is up to the Leaders of both the sides. جی حاجی عدیل صاحب آپ فرمائیں۔ بے چین نہ ہوا کریں، مجھے مکمل کرنے دیں، آپ کو ضرور موقع دیں گے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: شکریہ جناب چیئرمین۔ راجہ صاحب نے بڑی اچھی بات کی کہ ان کے لیے بڑا مشکل ہے کہ وہ جناب محترم زرداری صاحب کی پانچ سالہ اچھی کارکردگی پر کچھ کہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ آپ خاموش رہیں، ہم ہی بولیں، حکومت والے خاموش رہیں اور ہمیں بولنے کی اجازت دیں۔ ہمارا دور حکومت تھا، ہمارا صدر ہے اور ہم نے اس کی تعریف کرنی ہے، آپ کے لیے بڑا مشکل ہوگا، بے شک مشاہد اللہ صاحب کو اجازت ہوگی کہ وہ ایک آدھ شعر سنا دیں۔

جناب چیئرمین: جی چوہدری اعتزاز صاحب۔

سینیٹر چوہدری اعتزاز احسن (قائد حزب اختلاف): جناب والا! میری پہلی گزارش تو یہ ہوگی کہ کل دو sittings کی جائیں، ایک تو یہ اضافی sitting ہو جائے گی۔ دوسرا یہ حکومت کی جانب سے کم سپیکر لیے جائیں۔ یہ اکثر اپوزیشن کی طرف سے زیادہ debate ہوتی ہے tradition یہی ہے، 38 میں سے اگر حکومت کے کم نمائندے شامل کر لیے جائیں، اگر حاجی عدیل صاحب کی بات پر غور کرنا ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں ہر پارٹی سے دو سپیکر ہوں تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔ حاجی صاحب کی پیشکش کو قبول کر لیا جائے کہ ان کی پارٹی سے دو سپیکر ہوں گے کیونکہ انہوں نے خود ہی یہ پیشکش کر دی ہے۔

جناب چیئرمین: چوہدری صاحب time locate کرنے کے بارے میں بھی بتا دیں کہ کتنا وقت ہوگا۔ Under the rule ویسے تو دس منٹ اور پارلیمانی لیڈر پندرہ منٹ ہوں گے۔ آپ بتا دیں پہلے بھی Business Advisory Committee میں یہ طے ہوتا رہا ہے کہ کتنا وقت ایک معزز ممبر کو locate کیا جائے۔

سینیٹر چوہدری اعتزاز احسن: جناب والا! زیادہ سے زیادہ سپیکرز کو accommodate کرنے کے لیے سات سے دس منٹ کر لیں۔ پارلیمنٹری لیڈر کے 10 to 12 minutes کر لیں۔

جناب چیئرمین: جی راجہ ظفر الحق صاحب۔ Do you agree with this?

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: Time allocation کے بارے میں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن تعداد کے بارے میں اگر کوئی اس میں reduction کر سکیں۔

جناب چیئرمین: چلیں ابھی debate start کرتے ہیں، نماز مغرب کی break جب ہو گی۔ in the mean time آپ آپس میں discuss کر لیں۔ آپ فیصلہ کر لیں کہ کتنے سپیکرز ہوں گے تو let us start, time طے ہو گیا ہے، جی چانڈیو صاحب۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: میں راجہ صاحب کی بات کو اچھا سمجھتا ہوں لیکن ایک خاص رعایت کی بات بھی میں کرنا چاہتا ہوں۔ صدر پاکستان ایک تاریخی کام کر کے، پانچ سال کی مدت پوری کر کے اس ملک سے عزت کے ساتھ رخصت ہو رہے ہیں اور حکومت نے بھی اس بات کو مانا ہے۔ وہ صرف صدر پاکستان ہی نہیں ہیں بلکہ ہمارے قائد بھی ہیں۔ ہماری تو یہی خواہش ہو گی کہ آپ نے جتنی مہربانیاں کی ہیں، تلخی آپ کی طرف سے بھی نہیں آئے گی، ہم بھی نہیں کرنا چاہتے لیکن ہمارے کارکنوں کی خواہش ہے، وہ ہمارے لیڈر بھی ہیں، وہ بڑا اچھا کام کر کے جا رہے ہیں، قابل فخر کام کر کے جا رہے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ہم انہیں خراج تحسین پیش کریں، ہمیں وقت دیجیئے، ہمارے دوستوں کو زیادہ بولنے کی اجازت ہونی چاہیے بجائے حکومتی بنچوں کے۔

Mr. Chairman: We now resume discussion on President's Address. I now give floor to Mr. Rafique Rajwana.

رجوانہ صاحب ایک منٹ، جی کامل علی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین! Call Attention Notice اگر پہلے take up کر لیں۔ میرے خیال میں debate continue کر جائے گی۔

جناب چیئرمین: جی۔ Leader of the House پہلے لے لیا جائے، وزیر صاحب بھی تشریف رکھ رہے ہیں۔

سینیٹر چوہدری اعتزاز احسن: Call Attention Notice پہلے لے لیا جائے۔

Calling Attention Notice

Increase in Electricity Tariff

Mr. Chairman: There is a Calling Attention Notice in serial No. 4 in the name of Senator Kamil Ali Agha and Mian Raza Rabbani. Yes, Kamil Ali Agha.

سینیٹر کامل علی آغا: شکریہ جناب چیئرمین! میرا Calling Attention Notice بجلی کی قیمتوں میں اضافے سے متعلق ہے جو تقریباً پہلے ساٹھ دنوں میں تین مرتبہ بڑھائی گئی جو کہ بلاجواز ہے۔ عوام میں اس بارے میں بڑی تشویش پائی جاتی ہے،اس لیے کہ پہلے سیلز ٹیکس کی مد میں بہت زیادہ بوجھ ڈالا گیا جس کی وجہ سے تیس فیصد کے قریب، جو میڈیا نے رپورٹ کیا وہ یہ ہے کہ تیس سے تینتیس فیصد قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے جس کا بوجھ عوام پر پڑا۔ انہوں نے تین مرتبہ بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کیا ہے اور آخری تو انہوں نے ڈنڈا مارا ہے وہ چھ سے سات روپے تک کا اضافہ کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت نامناسب رویہ ہے اور یہ اس پارٹی کی طرف سے ہے جو مینڈیٹ لے کر آئی کہ ہم لوڈشیڈنگ میں کمی کریں گے، ہم circular debt کو ختم کریں گے۔ لوڈشیڈنگ کا مکمل خاتمہ کریں گے۔ یہ تاثر انہوں نے عمومی طور پر دیا کہ ہم پہلے چھ ماہ میں لوڈشیڈنگ کا خاتمہ کریں گے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ الحمدللہ انہوں نے عید کے دنوں میں کچھ عوام کو سہولت دی، جو سہولت یہ رمضان شریف میں claim کرتے رہے وہ بالکل eye wash تھا۔ وہ کوئی سہولت نہیں تھی، وہ صرف distribution کے طریقہ کار کا فرق تھا۔ لوگوں کو دھوکہ دینے والی بات تھی ایک علاقے میں لوڈشیڈنگ زیادہ کر کے شہری علاقوں میں لوڈشیڈنگ کم کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کا eye wash والا رویہ ہر کام میں چل رہا ہے۔ آپ دیکھ لیں، روزانہ ان کی رپورٹ پڑھیں تو میڈیا میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ پچھلے دس سال میں اتنی بجلی پیدا نہیں ہوئی جتنی ہم نے پیدا کی اور پیداوار 17000 mega watt تک پہنچ گئی ہے۔ ساتھ ہی کہتے ہیں کہ بجلی کی demand 19000 or 18000 mega watt ہو گئی ہے لیکن Load shedding وہیں پر موجود ہے۔ آج internet پر ان کی report کے مطابق اس وقت بجلی کی پیداوار 13300 mega watt اور demand 15800 mega watt ہے۔ یہ بتائیں کہ اگر یہ

کیوں ہو رہی ہے اور بارہ بارہ گھنٹے بجلی کیوں جا رہی ہے؟ load shedding درست ہیں تو figures
جو جواز بتا رہے ہیں----

جناب چیئرمین: ان کے جواب کے بعد بھی آپ نے سوال کرنا ہے، اس کے لیے بھی کچھ روک لیں۔

سینیٹر کامل علی آغا: میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہوں گا۔ جناب چیئرمین! یہ نامناسب رویہ کیا ماحول پیدا کر رہا ہے؟ اگر ہم بات کریں گے تو یہ کہیں گے کہ یہ تنقید برائے تنقید کر رہے ہیں۔ ان کو بتانا چاہیے کہ اصل حالات کیا ہیں؟ وہ پانچ سو بلین کہاں چلے گئے؟ وہ کون سے کھاتے میں گئے، کن کو دیے؟ جو لوگ پیداواری صلاحیت نہیں بڑھا رہے اور 500 million rupees ادا کرنے کے باوجود عوام کو کوئی سہولت نہیں مل رہی تو ان کو جواب تو دینا پڑے گا۔

Mr. Chairman: Thank you. Minister of State for Water and Power.

جناب عابد شیر علی (وزیر مملکت برائے پانی و بجلی): جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Mian *sahib*, put a question to him. Under Rule 64 there can't be a debate.

then you put وہ جواب دے لیں پھر آپ ان سے سوال پوچھ لیں۔ وزیر صاحب جواب دے لیں
a question to him.

Senator Mian Raza Rabbani: I have a number of questions.

Mr. Chairman: If you see Rule 64, it clearly defines that we can't have discussion on it. There can be a question on it. Let him make a statement. He is a mover, obviously only mover can make a question.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: میاں صاحب، آپ کہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن گزارش یہ ہے جب call attention notice ایک سے زیادہ لوگوں کے نام پر ہو تو جس کا پہلا نام ہوتا ہے

he reads out the calling attention notice. These are the rules. Let the minister make reply for it and thereafter a question by the mover, these are the rules what I understand.

اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو راجہ صاحب تشریف فرما ہیں، چوہدری اعتزاز صاحب موجود ہیں you suggest how to proceed? If you want to make a statement, ok.

جناب عابد شیر علی: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ آغا صاحب میرے لیے بڑے قابل احترام ہیں۔ میں اپنی گزارشات ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ماضی میں حقائق چھپائے گئے۔ ملک میں اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کی load shedding رہی، ملک میں corruption کا بازار گرم رہا، چاہے وہ rental power یا کسی اور صورت میں ہو، یہ حقائق سپریم کورٹ میں بھی عیاں ہوئے اور ایوانوں میں بھی موجود ہیں۔ ہم mandate کا احترام کرتے ہیں اور عوام کو حقائق بھی بتانا چاہتے ہیں۔ میں آغا صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلی حکومتوں کے 480 billion کے واجبات ہماری حکومت نے ادا کیے اور اس طرح اللہ کے فضل و کرم سے ہم نے generation میں 250 mega watt سے زیادہ add کیے۔ یہ بھی ہماری حکومت کو credit جاتا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے ہم پاکستان کی تاریخ میں بجلی کی سب سے زیادہ پیداوار 16100 mega watt کی حد تک گئے۔

جہاں تک tariff میں اضافے کی بات ہے، جناب چیئرمین! میں یہ کہوں گا کہ ہم 345 ارب روپے کی subsidy دے رہے ہیں۔ یہ جو بوجھ ہے، اس پیسے کو اکٹھا کر کے ہمیں پاکستان میں ڈیم بنانے چاہییں اور hydel کی طرف جانا چاہیے تاکہ ملک میں سستی بجلی پیدا ہو۔ یہ نہیں کہ مہنگی بجلی پیدا کر کے حکومت اپنی جیب سے پیسے ادا کرے۔ جناب چیئرمین! tariff NEPRA کی طرف سے determine کیا جاتا ہے، اس کو حکومت پاکستان determine نہیں کرتی۔ ہم اگر cost سے کم پر بجلی دیں گے تو afford نہیں کر سکتے۔ جناب چیئرمین! ہمیں دیامیر بھاشا ڈیم اور دوسرے reservoirs چاہییں تاکہ سستی بجلی پیدا ہو۔ ایسے تو ہم اس سے محروم رہ جائیں گے اور اسی طرح کشکول اٹھا کر کبھی World Bank اور کبھی دوسروں کی طرف دیکھیں گے۔ ہمارا ملک دیوالیہ ہو جائے گا اور انڈسٹری بند

ہو جائے گی۔ جناب چیئرمین! NEPRA نے rates determine کیے ہیں اور حکومت اب بھی اپنی بساط سے بڑھ کر 345 ارب روپے کی سبسڈی دے رہی ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین! مجھے عابد شیر علی صاحب کا بہت احترام ہے لیکن وزیر بننے کے بعد ان کے اندر جو جذبات پیدا ہوئے ہیں، یہ جذبات کاش اس وقت بھی ہوتے جب وہ اس طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ گزارش یہ ہے کہ سبسڈی دینا کوئی احسان نہیں ہے۔ سبسڈی کہاں سے دی جاتی ہے؟ عوام کے پیسوں سے عوام کو سہولت دی جاتی ہے اور یہ پوری دنیا میں دی جاتی ہے۔ آپ پورے یورپ میں دیکھ لیں، وہاں بھی دی جاتی ہے۔ خوراک کے معاملات میں دی جاتی ہے اور بجلی کے شعبے میں تو دنیا میں ایسے 84 ممالک ہیں جہاں عوام کو بجلی پر سبسڈی دی جاتی ہے۔ آپ عرب ممالک میں دیکھ لیں، وہاں تمام ممالک میں سبسڈی دی جاتی ہے۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وقت اور side بدلنے کے ساتھ جذبات میں اتنا فرق پڑ جاتا ہے کہ اِدھر آ کر سبسڈی عوام کا حق ہوتی ہے اور اُدھر جا کر عوام کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ میں وزیر صاحب سے پوچھوں گا کہ کیا انہوں نے کشکول توڑ دیا ہے جو مہنگی بجلی عوام پر مسلط کر رہے ہیں۔

Mr. Chairman: Thank you. Minister for Water and Power.

جناب عابد شیر علی: بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! کامل آغا صاحب شاید میری بات سمجھ نہیں سکے۔ میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ بجلی پیدا کرنے کی per unit cost 14.66 روپے ہے اور ہم 10.83 روپے per unit پر دے رہے ہیں۔ اس طرح ہم 3.03 rupee per unit subsidy دے رہے ہیں۔ جناب والا! اگر ملک اسی طرح چلانا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جس ملک میں 800 ارب روپے سے زائد کی بجلی چوری ہوتی ہو، جس ملک میں اندھیر نگری مچی ہو، جس ملک میں بجلی کے bill نہ دیے جاتے ہوں اور اگر حکومت پاکستان کنکشن کاٹنے جائے تو بندوقوں کی زبان میں بات کی جائے۔ Government writ ہم کبھی بھی challenge نہیں کرنے دیں گے۔ جناب چیئرمین! ہم چاہیں گے کہ تمام صوبائی حکومتوں کے تعاون سے بجلی چوری کا خاتمہ کریں۔ جو آٹھ سو ارب روپے سے زائد کی بجلی چوری ہوتی ہے، صوبائی حکومتوں کے تعاون اور اللہ کے فضل و کرم سے اگر ہم اس چوری کو روک لیتے ہیں،--- جناب چیئرمین! ایسے areas ہیں جو no go areas

کہلاتے ہیں اور وہ سندھ، خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں بھی ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم نے پنجاب میں operation شروع کیا ہوا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے اربوں روپے کی بجلی اور گیس چوری کرنے والوں کو پکڑ کر عدالت کے کٹہروں میں لائے ہیں تا کہ ملک کا سرمایہ بچائیں۔ اس طرح ہم domestic users and industries کو سستی بجلی دے سکیں گے۔ اگر کامل علی آغا صاحب کو details چاہییں تو میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ NEPRA نے residential areas کا 12-2011 میں جو 11.47 rupees per unit tariff determine کیا تھا اور اس وقت کی حکومت نے اس کو 7.73 پر رکھا۔ اس مرتبہ NEPRA نے 14.08 rupees per unit determine کیا ہے لیکن ہم نے پھر بھی 7.73 ہی رکھا ہے، اس کو بڑھایا نہیں بلکہ نقصان اٹھایا ہے اور ہم نے اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا۔ اگر محترم سینیٹر صاحب نے کوئی specific question کرنا ہے کہ ان کو کوئی تشویش ہے یا ہم نے agriculture tariff میں اضافہ کیا ہو تو یہ ہمیں بتائیں۔ ہم نے اس پر نقصان اٹھایا ہے، ان کے دور حکومت میں NEPRA نے tariff determine کیا تھا 11.47 that was جواب 14.08 ہے اور یہ دو سے تین روپے کا فرق ہے لیکن ہم نے اس کے باوجود اس کو 7.73 پر رکھا ہے، اس کو اس سے زیادہ نہیں کیا۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ We move on to debate جی رفیق رجوانہ صاحب۔

Further Discussion on Presidential Address

سینیٹر ملک محمد رفیق رجوانہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ یہ انتہائی قابل تحسین دن ہے کہ ہم آج جناب صدر پاکستان کے پارلیمنٹ سے مشترکہ خطاب پر بحث کر رہے ہیں۔ میں ان کا خطاب بھی پڑھ رہا تھا جس میں انہوں نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں۔ جمہوریت کے بارے میں، آئینی ترامیم کے بارے میں، (b) 2-58 کے خاتمے کے بارے میں باتیں کی ہیں، that is a very good sign. جمہوری حکومت کے بارے میں بات کی، کس طرح کی جمہوری حکومت تھی، اس کے بارے میں بعد میں بات کریں گے۔ پانچ سال پورے کئے اور الحمد للہ انتخابات کے بعد ایک دوسری جمہوری حکومت قائم ہوئی ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ میں ماضی کی ان تلخ حقیقتوں میں نہ جاؤں، مگر قانون کا طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہم جب کبھی کسی مقدمے کی تیاری میں PLD

کھولتے ہیں تو ہمارے سامنے کبھی NRO کا فیصلہ آجاتا ہے، پھر آگے بڑھتے ہیں تو ہمارے سامنے Rental Power کا فیصلہ آجاتا ہے۔ اس سے نظر بچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جمہوریت کی گاڑی پٹڑی سے نہ اترے تو پھر Swiss Accounts کا مسئلہ آجاتا ہے۔

جناب! میں سرائیکی خطے سے تعلق رکھتا ہوں جس کا مجھے فخر ہے اور فخر ہونا بھی چاہیئے، بڑے خلوص والی دھرتی ہے، پیارے پاکستان کا ایک حصہ ہے۔ وہ وزیراعظم تو پاکستان کے تھے، مگر ان کو منتخب پیپلز پارٹی نے کیا، اس خطے کے وزیراعظم کو Swiss Accounts کے حوالے سے خط نہ لکھنے پر گھر بھیجا گیا، کچھ دنوں بعد وہ خط لکھا گیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور خط لکھا گیا۔ میں نے اس سے نظر چرائی تو میری نظر بدقسمتی سے حج سکینڈل پر جا پڑی، اتنے مقدس کام میں یہ باتیں ہوئیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو الزامات سے ہٹ کر ہیں اور جن کے بارے میں Supreme Court نے فیصلے صادر کئے۔ میں ان ساری چیزوں کو دیکھ رہا تھا تو میری نظر سے ایک کالم گزرا جس میں writer نے اس پانچ سال کے ماضی کو ماضی مرحوم کے نام سے منسوب کیا ہے اور اس کی کئی توجیحات بھی دیں۔

ابھی راجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم نے کوئی کیچڑ نہیں اچھالنا اور نہ ہی یہ ہمارا منصب ہے، ہم نے بڑی نپی تلی بات کرنی ہے اور میں جن چیزوں کا حوالہ دے رہا ہوں، ان میں کوئی الزامات کی بات نہیں ہے، those are the settled judgments by the honourable Supreme Court of Pakistan, the apex courts of Pakistan. میں ان ساری چیزوں کو دیکھ رہا تھا and I was comparing all these things with the good deeds done by the previous regime which was obviously and with all intent, for all intent or purposes was headed by the President Asif Ali Zadari sahib. I had an association with him in the previous tenure when we were Senators together, انہوں نے بڑے اچھے کام کئے۔ مجھے پھر عدلیہ کی بحالی کا وقت بھی یاد آیا کہ خوشی سے بحال کی گئی یا کسی مجبوری کی بنا پر بحال کی گئی، کوئی credit جاتا ہے تو جانے دو۔ اس کے بعد جمہوری دور مکمل ہوا اور عوام نے فیصلہ دیا کہ اس پانچ سالہ دور کی کارکردگی کیا تھی، اس کا فیصلہ عوام نے کر دیا، وہ بھی عوام کے سامنے ہے۔

ان ساری چیزوں کو سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قوم کے زخموں پر مزید نمک چھڑکنے کی بجائے، یادِ ماضی کے عذاب میں مبتلا ہونے کی بجائے جناب صدر پاکستان کی رخصتی کا اہتمام

ہو رہا ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ بینڈ باجے تیار ہیں اور رخصتی کا وقت آنے والا ہے۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ صدر پاکستان کو بڑے باعزت طریقے سے رخصت کیا جائے۔ انہوں نے جو جمہوریت کے لئے خدمات انجام دیں، اس کے لئے یہ send off ویسے بھی ضروری ہے اور دینا بھی چاہیئے، اگر پرویز مشرف کو اس طرح بھیجا جا سکتا ہے تو ایک جمہوری صدر کو اس سے زیادہ عزت اور تکریم سے بھیجنا چاہیئے۔

اب بات آتی ہے کہ کونسے challenges ہیں اور یہ بھی حیرانی ہوتی ہے کہ پانچ سال کا حساب دینے کی بجائے ہم سے 80 دن کا حساب مانگا جاتا ہے، ضرور حساب مانگیں، we are in the Government and we are bound to give the account تو پانچ سال کا حساب بھی مانگیں گے اور 80 دن کا حساب بھی دیں گے۔ بہرحال اب یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا کن challenges سے سامنا ہے، دہشت گردی ہے، کئی سالوں سے ہے، بجلی کا بحران ہے، کئی سالوں سے ہے اور توقع کی جا رہی ہے کہ شاید ہم اسے ابھی ختم کر دیں، ہماری حکومت کی ایماندارانہ اور پرخلوص کوشش ہے۔ جمہوریت کو پٹڑی پر چلانے کے لئے ہمارے قائد محترم میاں محمد نواز شریف صاحب نے جو خدمات سرانجام دیں، ان کا بھی ذکر آنا چاہیئے تھا کیونکہ تاریخ گواہ ہے، ماضی قریب اور حال بھی گواہ ہیں اور ہمارے قائد محترم میاں محمد نواز شریف صاحب نے جمہوریت کے لئے جس طرح کی خدمات سرانجام دیں۔ بھوربن Accord کیا اور وہ پھر کس طرح سے violate ہوا اور کس نے کیا، وہ باتیں بھی چھوڑ دیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ قوم کو ان باتوں سے تسلی ہو گی یا ہم قوم کو کوئی ایسا charter دیں، ایسی نوید دیں جس سے قوم سکھ کا سانس لے۔ یہ دہشت گردی ہے جس میں نوجوان اور بچے روزانہ شہید ہو رہے ہیں، اس طرح ان کا خون رائیگاں جا رہا ہے، یہ ایک بہت بڑا challenge ہے۔ یہ وقت اتحاد کا وقت ہے اور اتحاد کے لئے تمام قوتوں کو مل کر یکجا ہو کر کام کرنا چاہیئے and let us forget the political mileage, let us forget this concept of political mileage. میری معزز ایوان سے استدعا ہو گی کہ آئیے ہم مل کر پاکستان کو مضبوط بنانے کا عہد کریں اور پاکستان کی بہتری کا عہد کریں اور ساتھ ہی پاکستان کو جتنے مسائل کا سامنا ہے۔ ان کے حوالے سے خاص طور پر آج کل ہندوستان نے line of control پر ایک گھناؤنا کھیل شروع کیا ہوا ہے۔ ہمارے قائد جب ہندوستان سے dialogue کی بات کرتے ہیں تو اعتراض کیا جاتا ہے۔ میں ابھی اسی خطاب میں پڑھ رہا تھا کہ جناب صدر محترم نے اپنے مشترکہ اجلاس سے خطاب میں یہ بات کی کہ ہم ہندوستان سے اچھے تعلقات کے خواہش مند ہیں، ہندوستان سے تجارت کرنا چاہتے ہیں، ہندوستان سے تمام معاملات بشمول water issue and

Jammu and Kashmir کو negotiation سے حل کرناچاہتے ہیں۔ جب ہم پر بات آتی ہے تو عجیب باتیں کی جاتی ہیں۔ پاکستان اس region میں یہ چیزیں afford کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا، یہ معزز ایوان سمجھتا ہے۔خاص طور پر افغانستان سے NATO forces کے جانے کے بعد ہمیں کیا کیا challenges درپیش ہیں۔ یہ ایسے issues ہیں، ہمیں جس کے لئے پاکستان میں اتحاد کی ضرورت ہے، یگانگت کی ضرورت ہے۔ بلوچستان کو دیکھ لیں، وہ جل رہا ہے، کراچی کو دیکھ لیں، وہ جل رہا ہے، خیبر پختونخوا کو دیکھ لیں، وہ بھی جل رہا ہے، پنجاب میں بھی کہیں کہیں وارداتیں ہو جاتی ہیں اور اسلام آباد ہر وقت red alert رہتا ہے تو ہمیں اس کے لئے انتہائی consensus کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! میڈیا کو جدید دور میں ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے اور جمہوریت میں اسے watch dog بھی کہا جاتا ہے، میں بصد معذرت میڈیا کے حوالے سے یہ گزارش کروں گا کہ کیا اس میڈیا کو جسے watch dog کہا گیا، کیا اس کے لیے بھی کسی watch dog کی ضرورت ہے۔ کل ARY کے خلاف FIR پر کافی بحث ہوئی اور حاصل بزنجو صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ FIR کن حالات میں درج ہوئی کیونکہ عدالت عالیہ کا حکم تھا۔ بہرحال میڈیا کے بغیر نہ جمہوریت چل سکتی ہے اور نہ یہ سیاست چل سکتی ہے۔ میڈیا واقعی قوم اور اس ملک کا چوتھا ستون ہے، اگر میڈیا کے کردار پر کوئی ایسی positive بات ہو کہ میڈیا کے watch dog پر ایک اور watch dog ہو تو اسے mind نہیں کرنا چاہیے۔

میں اپنی ان مودبانہ گزارشات کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ آیئے ہم پاکستان کو امن کا گھوارہ بنائیں، پاکستان کو ایک معاشی طاقت بنائیں، پاکستان امن و سکون کی جگہ ہواور ہم دنیا میں پاکستان کا نام فخر سے لینے کے قابل ہو جائیں۔ ہم اپنے اختلافات اور فرقہ واریت بھلا کر ایک unity کا اظہار کر کے پاکستان کو ترقی دیں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ حاجی عدیل صاحب تو موجود نہیں۔ جی افر سیاب خٹک صاحب۔

سینیٹر افراسیاب خان خٹک: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میرے خیال میں صدر آصف علی زرداری صاحب کا ہماری جمہوری اور پارلیمانی تاریخ میں ایک تاریخی رول ہو گا کہ جس طرح انہوں نے ریکارڈ بار پارلیمنٹ سے خطاب کیا۔میں سمجھتا ہوں کہ ان کا منفرد اعزاز صرف یہی نہیں ہے بلکہ وہ پاکستان میں پہلے صدر ہیں جنہوں نے رضا کارانہ طور پر اپنے اختیارات سے دستبرداری اختیار کی۔

پارلیمانی جمہوری نظام کی صحیح سمت تعین کرنے میں انہوں نے حصہ لیا، اگر صدر آصف علی زرداری اٹھارہویں ترمیم کی مکمل support اور راہنمائی نہ کرتے تو وہ منظور نہیں ہو سکتی تھی۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ ان کی صدارت کے دوران ہمارے سب سے بڑے صوبے نے ان کو وہ عزت و تکریم نہیں دی جو ایک منتخب صدر مملکت کو حاصل ہوتی ہے، کہا گیا کہ انہیں نہیں مانا جاتا۔ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے دوستوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے جناب نواز شریف صاحب کے ساتھ وہ نہیں کیا جو پنجاب میں (ن) لیگ کی صوبائی حکومت نے منتخب صدر کے ساتھ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان چیزوں سے نکلنا چاہیے۔جمہوری نظام تب مضبوط ہو گا جب ہم 1990 والے رویوں سے نکلیں گے اور ایک دوسرے کے لیے live and let live کا رویہ اختیار کریں گے۔

جناب چیئرمین! انتخابات کے بعد ملک میں ایک نئی سیاسی تقسیم ہوئی ہے اور نئی front lines وجود میں آئی ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ(ن) پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ ان کی صوبے اور مرکز میں حکومت ہے۔ پاکستان کے جمہوری دور میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ پاکستان کی establishment, civil and military bureaucracy میں بھی predominant حصہ پنجاب کا ہے اور مرکزی حکومت بھی پنجاب کے منتخب سیاستدانوں کے پاس آ گئی ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، جمہوری طریقے سے جو بھی لوگ اقتدار میں آئیں، ہم ان کی حمایت کریں گے۔ میں ذمہ داری کی بات کر رہا تھا کہ پاکستان کا کچھ علاقہ تو core area ہے اور وہ قلب ہے، اس کی حفاظت کرنی ہو گی اور کچھ ضمنی علاقے ہیں، وہ dispensable ہیں، مثلاً آپ فاٹا کو دیکھیں وہ کتنے عرصے سے دہشتگردوں کے نرغے میں ہے لیکن ہماری ریاست نے اس کا تحفظ نہیں کیا کیونکہ فاٹا بہرحال periphery ہے، اگر یہ چیزیں رہیں گی تو اس سے federation کو نقصان ہو گا اور لوگوں میں احساس محرومی پیدا ہو گا، لوگ سمجھیں گے کہ وہ برابر کے شہری نہیں ہیں اور ان کا mandate برابر کا نہیں ہے۔

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس حکومت کا یہ بہت بڑا امتحان ہو گا کہ اٹھارہویں ترمیم کے بارے میں اس کا رویہ کیا ہے۔ یہ جو ترمیم ہوئی اس میں پاکستان مسلم لیگ(ن) بھی شامل تھی لیکن اب اس پر عمل درآمد کرنے میں بعض مشکلات نظر آ رہی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جس سے چھوٹے صوبوں میں تشویش پیدا ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلم لیگ(ن) کی حکومت کو یہ ثابت کرنا

ہو گا کہ اگر انہوں نے اس پر دستخط کیے تھے تو اس کے انضباط کو منطقی انجام تک پہنچانے میں بھی وہ اپنا کردار ادا کریں۔

میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ اس حکومت کو اب کچھ ماہ ہو چکے ہیں اور یہ پچھلے پانچ سالوں کا کھتے رہیں، ان کو چاہیے کہ اب یہ حکومت کے طور پر کام کرنا شروع کر دیں۔ اپوزیشن میں لوگ ہوتے ہیں، وہ مسائل بیان کرتے ہیں کہ فلاں مسئلہ ہے اور یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے کی طرف قدم اٹھائے، وہ پہلے قدم تو اٹھائیں، اس سے پہلے کہ آپ کا political esteem گر جائے، آپ اس سے پہلے قدم اٹھائیں، direction دیں۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیں کہ دہشتگردی ریاست کی جڑوں میں بیٹھ گئی ہے۔ اسلام آباد میں چیمبر آف کامرس نے کہا کہ extortion کے لیے ان کے پاس پرچیاں آتی ہیں، کراچی اور پشاور میں تو بہرحال آتی ہیں، اب اسلام آباد میں بھی آتی ہیں۔ اگر اسلام آباد میں دہشتگردوں کی ریاست پاکستان کی ریاست کے ساتھ compete کر رہی ہے اور تاجروں سے بھتہ کے نام پر پیسے وصول کر رہی ہے تو کیا ہو گا، یہ لوگ کہاں جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بارے میں فیصلے ہونے چاہییں، اگر حکومت قدم اٹھائے تو دہشتگردی کے مسئلے حل ہوں گے، اس کے لیے چاہے وہ بات چیت کریں، چاہے action کریں، اپوزیشن ان کی حمایت کرے گی کیونکہ یہ ملکی مسائل ہیں، یہ کسی پارٹی تک محدود مسائل نہیں ہیں لیکن انہیں کچھ کرنا ہو گا۔ یہ نہیں کہ آپ کرسی پر بیٹھ جائیں اور کہیں کہ ہم حرکت میں ہیں اور حرکت نہ کریں، میرے خیال میں اس طرح نہیں چلے گا۔

میں اپنے صوبے خیبر پختونخوا کی بات کروں گا کہ وہاں حکومت شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔میں اس ایوان کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری پولیس بہت سختی سے demoralize ہو رہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صوبائی حکومت کے وزیر اعلیٰ militants کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، پولیس والے کہتے ہیں کہ اگر وہ آپ کے بھائی ہیں تو پھر ہمارے جنازے کس خوشی میں گر رہے ہیں ۔ وزیر اعلیٰ صاحب اور ان کے دوسرے احباب دہشتگردی کے واقعات کی مذمت کرنے تک کو تیار نہیں ہیں، پولیس کے جنازوں میں جانے کے لیے تیار نہیں ہیں تو police force کیسے لڑے گی، police force جو پاکستانی ریاست کا چہرہ ہے اور جن پر دہشتگرد حملہ آور ہوتے ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے اور یہاں بھی بار بار کہا گیا کہ یہ ہماری جنگ نہیں ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب سوات میں دہشتگردوں کا غلبہ ہو گیا تھا اور انہوں نے جو جھنڈے اتارے تھے تو وہ کس ملک کے

جھنڈے تھے۔ کیا وہ امریکہ کے جھنڈے تھے، انہوں نے تو سکولوں سے، تھانوں سے پاکستان کے جھنڈے اتارے تھے۔ جب دوبارہ جھنڈے لہرائے گئے تو کس ملک کے جھنڈے لہرائے گئے، یقیناً پاکستان کے جھنڈے لہرائے گئے۔ جناب والا! اگر پاکستان کے جھنڈے اتارنے والوں سے اگر آپ جنگ نہیں کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان سے کوئی اور جنگ نہیں کرے گا، نہ امریکہ آکر جنگ کرے گا اور نہ کوئی اور کرے گا۔ یہ خود پاکستان کو اپنی سرزمین پر writ قائم کرنی ہوگی۔ اس کے لیے اگر حکومت کوئی مناسب قدم اٹھائے گی تو اپوزیشن اس کا ساتھ دے گی لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ غیر معینہ مدت تک اس مسئلے کو ٹالتے رہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں، کچھ نہ کریں تو یہ صورتحال اس طرح نہیں چلے گی۔

میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ فاٹا، بلوچستان اور کراچی رستے ہوئے ناسور بن گئے ہیں، یہ ایسے زخم ہیں جن سے مسلسل خون بہہ رہا ہے۔ بلوچستان میں بدقسمتی سے ابھی تک لاشیں گرنے کا سلسلہ بند نہیں ہوا، یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔ جہاں تک autonomy کا سوال ہے تو اٹھارہویں ترمیم نے کافی autonomy دی ہے لیکن اگر لاشیں گریں گی اور کوئی پرسان حال نہیں ہوگا تو لوگ autonomy کا کیا کریں گے کیونکہ لوگ زندگی کے بنیادی حق سے محروم ہیں۔ میں خصوصاً فاٹا کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا کہ وہاں پر ڈیڑھ ملین سے زیادہ لوگ بے گھر ہیں، وہ مختلف کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی political agencies ہیں جہاں چار چار سال سے سکول بند ہیں، ہسپتال بند ہیں۔ وہاں بیچارے لوگ بہت برے حال میں رہ رہے ہیں، وہاں civil society نہیں ہے، وہاں میڈیا نہیں جاسکتا، ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ کیا وہ پاکستان کے شہری نہیں ہیں، کیا یہ پاکستانی ریاست کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ان کی خبر گیری کرے اور انہیں تحفظ دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ خصوصاً فاٹا اور بلوچستان کے مسائل کا ازالہ نہ کیا گیا تو لوگوں کے دلوں میں سوال پیدا ہوگا کہ پاکستانی ریاست کا ان کے لیے کیا رویہ ہے، کیا یہ ان کی اپنی ریاست ہے کہ ان کے ساتھ اس طرح ہو رہا ہے۔ یہ ایسا سوال ہے کہ جس کو دیر تک نہیں ٹالا جاسکتا۔

یہاں پر ARY کے خلاف FIR کے بارے میں بات ہوئی، پھر FIR واپس لے لی گئی لیکن کیا یہ مناسب بات ہے کہ ایک میڈیا کے network کے خلاف دہشتگردی کا مقدمہ درج ہو کیونکہ اس نے خبر چلائی اور ایسی خبر جو لاکھوں لوگ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ ایسی حرکتیں کریں گے تو پھر لوگ یہ کہیں گے کہ آپ دل سے میڈیا کی آزادی کے حق میں نہیں ہیں اور

کہا جائے گا کہ آمریت کی ذہنیت اب تک ختم نہیں ہوئی ہے۔پھر تو لوگ اس طرح کے سوال اٹھائیں گے اور یہ بات کہہ دیں گے جیسے شاعر نے کہا ہے کہ:

فقیہہ شہر بولا بادشاہ سے
بڑا سنگین مجرم ہے یہ آقا
اسے مصلوب ہی کرنا پڑے گا
کہ اس کی سوچ ہم سے مختلف ہے

اگر سوچ میں اختلاف ہے تو جو قدم بھی اٹھائیں گے تو اس پر لوگ ضرور سوال اٹھائیں گے ایسی حکومت کے بارے میں ۔میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن نے بڑی ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اور آئندہ بھی دے گی۔ اپوزیشن میں جو پارٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں ان کی اپنی ایک لمبی تاریخ ہے۔ جمہوریت کے لیے انہوں نے جو جدوجہد کی ہے وہ ایک تاریخ ہے۔مارشل لاء کے خلاف لڑنے والے ہم لوگ ہیں اور ہم جمہوریت کے خلاف کسی بھی سازش کے خلاف ہمیشہ پہلی صف میں کھڑے ہوں گے۔ہم یہ یقین دلاتے ہیں کہ جمہوریت کی بقا کے لیے ہم ساتھ ہیں لیکن یہ نہیں ہونے دیں گے کہ عوام کے حقوق پر ڈاکا ڈالا جائے، عوام کے مسائل حل نہ ہوں ، عوام کے ساتھ جو وعدے کیے گئے تھے ان سے ایک ایک کرکے حکومت پھر جائے ''نہیں''ہم عوام کی طرف سے آواز اٹھاتے رہیں گے، عوام کی طرف سے جو شکایات ہوں گی ان کو ایوانوں میں اٹھائیں گے کیونکہ ہم یہاں اسی لیے آئے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم حکومت کی توجہ عوام کے حقوق کی طرف دلائیں اور حکومت کو بتائیں کہ کہاں پرصورت حال خراب ہو رہی ہے اور کہاں پر بات بگڑ رہی ہے۔

جناب والا، میں اپنی بات کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا لیکن جو بنیادی مسائل ہیں مثلاً اکانومی ہے، اکانومی کے بارے میں پارلیمنٹ کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔خارجہ پالیسی کے بارے میں پارلیمنٹ کو اعتماد میں نہیں لیا گیا بلکہ میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے کئی مہینوں سے میرا خیال ہے جہاں تک میری معلومات ہیں، حالانکہ تھوڑے عرصے کے لیے میں ملک سے باہر تھا لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں، ہمارے وزیراعظم صاحب ایک بار بھی خیبر پختونخوا نہیں گئے ہیں۔ یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ وفاق کا ایسا حصہ جو ایک زخم کی طرح ہے ، جہاں لوگ بری حالت میں رہ رہے ہیں ، دہشت گردی کی وجہ سے بھی اور دوسری اقتصادی مشکلات کی وجہ سے بھی۔ وہاں ہمارے Chief Executive کا ایک بار بھی نہ جانا ایک سوال پیدا کرتا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ان چیزوں کی تلافی ہونی

چاہیے وگرنہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ وہ second class کے شہری ہیں۔ میں اپنی بات ختم کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پچھلے تین مہینے کی کارگزاری نے لوگوں کو دکھا دیا ہے اور ضمنی انتخابات کے نتائج میں بھی یہ بات سامنے آگئی ہے جو فیض صاحب نے کہا تھا:

ہم سہل طلب کون سے فرہاد تھے لیکن

اب شہر میں ترے کوئی ہم سا بھی نہیں ہے

بہت بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی فرحت اللہ بابر صاحب۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے صدر کے خطاب پر بات کرنے کا موقع دیا۔صدر کا پارلیمان سے یہ چھٹا خطاب تھا اور اس کے ساتھ ہی پرامن جمہوری انداز میں انتقال اقتدار ہوا اور ایک جمہوری پارلیمان کی جگہ دوسری پارلیمان، قومی اسمبلی معرض وجود میں آئی اس کے بعد پرامن طریقے سے ، جمہوری طریقے سے ایک جمہوری حکومت کی جگہ دوسری جمہوری حکومت آئی اور اب چند دنوں کے اندر ایک منتخب جمہوری صدر will be replaced by another.

جناب چیئرمین! یہ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کا، ہماری سیاسی تاریخ کا سنگ میل ہے۔ میں اس کے لیے سب سے پہلے صدر پاکستان اس کے ساتھ 2008 کی پارلیمان اور 2013 کی پارلیمان اور تمام سیاسی جماعتوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس کا credit تمام سیاسی قوتوں کو جاتا ہے۔ جس طرح صدر پاکستان نے اپنے چھٹے خطاب میں شروع ہی میں یہ کہا کہ یہ وہ سنگ میل ہے ، یہ وہ cause ہے جس کی خاطر انہوں نے acknowledge کیا کہ میاں نواز شریف صاحب نے بھی قید و بند اور جلاوطنی کی صعوبتیں برداشت کیں۔ So I give credit across the board to everybody for this peaceful transition of power.

جناب چیئرمین! یہ جو چھٹا خطاب تھا یہ اس صدر کا خطاب تھا کہ جب وہ ایوان صدر میں داخل ہوا تو ناقدین نے ،میڈیا نے کہا کہ یہ غیر متوقع صدر ہے، یہ حادثاتی صدر ہے۔جناب والا، یہ خطاب اس صدر کا تھا جو 9 مارچ 2008 جب سے وہ ایوان صدر میں داخل ہوا اس وقت سے لے کر اب تک کوئی ایک مہینہ ، ایک ہفتہ ایسا نہ گزرا ہوگا جس کے بارے میں یہ پیشنگوئی نہیں کی گئی ہوگی، ہمارے بڑے

anchor persons کی طرف سے، بڑے دانشوروں کی طرف سے کہ یہ ابھی گیا اور کل گیا۔ چل سو چل والی بات تھی۔

جناب چیئرمین! اگر آپ اس وقت کے اخبارات اٹھا کر دیکھیں اور TV Talk shows دیکھ لیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ کوئی ایسا ہفتہ نہیں گزرا جس میں ان کے بارے میں یہ نہ کہا گیا ہو کہ اب یہ ایک ہفتے کا مہمان ہے لیکن جناب چیئرمین! یہ وہ صدر تھا جس نے نہ صرف پانچ سال پورے کیے بلکہ پاکستان کی تاریخ میں پہلا صدر بن گیا جو ایوان صدر میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے تھے اور اب جب وہ رخصت ہو رہا ہے تو اب بھی اس کے ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! وگرنہ ہم نے دیکھا ہے، "میری آنکھوں نے دیکھا ہے عروج ماہ تاباں کو" ۔ہم نے ایوان اقتدار میں لوگوں کو اس طرح آتے دیکھا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے ہوتے ہیں اور جب وہ جاتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں زنجیریں ہوتی ہیں۔ پاکستان کی تاریخ کا پہلا منتخب صدر ہاتھوں میں گلدستے لے کر آیا تھا اور گلدستے لے کر جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین! یہ ایسے صدر کا خطاب تھا جس کے بارے میں نہ صرف یہ تنقید کی گئی بلکہ اس کے خلاف ہر روز، ہر ہفتے گھیرا تنگ کیا جا رہا تھا خواہ وہ میڈیا کے اندر باتیں ہوں، عدلیہ اس کی کوئی دوست نہیں تھی اور جو غیر سیاسی قوتیں تھیں وہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ صدر آصف علی زرداری اپنے اس عہدے پر رہیں۔ ہر روز یہ باتیں ہوتی تھیں۔ میں صدر پاکستان کا ترجمان ہوں اور میں نے بڑے قریب سے دیکھا ہے کہ کس طرح ان کے گرد گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ ابھی ہمارے دوست رجوانہ صاحب نے NRO کی بات کی، سوئس خط کی بات کی لیکن وہ یہ بھول گئے اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ NRO میں آٹھ ہزار سے زیادہ cases تھے لیکن صرف ایک آصف علی زرداری کا پیچھا کیا گیا۔

جناب چیئرمین! یہ تاریخ کی بات ہے کہ آٹھ ہزار سے زائد مقدمات میں سے صرف ایک آصف علی زرداری کا پیچھا کیا جا رہا تھا۔ سوئس خط کے بارے میں کہا گیا اور ابھی رجوانہ صاحب نے بات کی and if you permit me میں اس پر زیادہ بات نہیں کرتا لیکن میں آپ کو صرف ایک انتہائی

معتبر ادارے International Crisis Group کے سربراہ جو جج ہیں، جن کا نام Louise Arber ہے، انہوں نے کہا اور اگر اجازت ہو تو میں پڑھ کر سناتا ہوں جو انہوں نے کہا:

> "The Supreme Court ordered to the Prime Minister to write a letter to Swiss Authorities to reinstate criminal cases against the President adds to the appearance of an increasingly politicized judiciary."

جناب چیئرمین! میں اس موضوع پر زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا چونکہ رحوانہ صاحب نے سوئس خط کا ذکر کیا تو میں نے مجبوراً اس بیان کا حوالہ دیا جو باضابطہ طور پر press release میں انہوں نے یہ بیان دیا ہے۔ جناب والا، یہ خطاب کس صدر کا تھا۔ یہ ایسے صدر کا تھا جس نے اپنے تمام اختیارات voluntarily پارلیمان کو دیے اور ابھی اٹھارھویں ترمیم نہیں آئی تھی اس سے پہلے National Command Authority کی جو command ہے وہ بھی پارلیمان کے سپرد کر دی۔ جناب والا، میں جانتا ہوں کہ ان کو کئی لوگوں نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرو تو اس نے کہا کہ نہیں، میں ایسا کروں گا انہوں نے وجہ یہ بتائی اور یہ کہا کہ National Command Authority کی transfer Charter of Democracy کا حصہ ہے and let me transfer the command of the National Command Authority to the Prime Minister to fulfill the requirement of the Charter of Democracy. جناب چیئرمین! وہ صدر اپنے اختیارات منتقل کرنے کے باوجود لوگوں کو بااختیار نظر آیا I don't know why اور پھر نعرے لگنے لگے 'ایک زرداری، سب پر بھاری'۔ یہ وہ صدر تھا جس نے اس نعرے کو خود بند کیا۔ اختیارات اس کے پاس نہیں تھے لیکن لوگوں کو سب سے زیادہ بااختیار نظر آرہا تھا۔

جناب چیئرمین! یہ وہ صدر ہے جس نے پختونوں کو ان کی شناخت دی۔ یہ شناخت انہوں نے اس وقت سے پہلے دی جب یہ اٹھارھویں ترمیم کا حصہ بنا۔ انہوں نے یہ شناخت اس وقت دی جب وہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرنے گئے۔ وہاں انہوں نے سابق صوبہ سرحد کو پختونخوا کے نام سے پکارا۔ آپ صدرِ مملکت کے اس پارلیمان سے خطاب کا ریکارڈ دیکھ لیں، ہر تقریر میں اٹھارھویں ترمیم سے پہلے انہوں نے پختونوں کے علاقے کو پختونخوا کہا اگرچہ اس وقت تک اٹھارھویں ترمیم پاس نہیں ہوئی تھی۔

جناب چیئرمین! تاریخ اس صدر کو اس طرح یاد رکھے گی کہ اس نے ایوانِ صدر میں بیٹھے ہوئے ایک فوجی آمر کو وہاں سے رخصت کیا۔ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ جب وہ ایوانِ صدر میں داخل ہورہے تھے تو ان کا پہلا حکم یہ تھا کہ وہ تمام سٹاف، پرسنل سٹاف، سیکیورٹی سٹاف، ایم ایس، ڈی ایم ایس اور اے ڈی سی جو جنرل پرویز مشرف کے ساتھ تھے، انہوں نے حکم دیا کہ سٹاف وہی رہے گا، میں ان کو تبدیل نہیں کروں گا۔ تھوڑا سا پیچھے مڑ کر دیکھا اور ساتھ کہا کہ دیکھو یہ فلاں فلاں اس بات پر خوش نہیں ہیں۔ بلاشبہ ہم اس بات پر خوش نہیں تھے لیکن صدرِ پاکستان نے کہا کہ میں اس سٹاف کو تبدیل نہیں کروں گا۔

جناب چیئرمین! یہ وہ صدر ہیں جنہوں نے کسی کی تذلیل نہیں کی۔ جب جسٹس حمید ڈوگر کی بات آئی اور جب جسٹس افتخار چوہدری کو reinstate کرنا تھا، 15 تاریخ کا اعلان ہوا، اس وقت صدر پاکستان نے کہا کہ یہ reinstate ہوں گے لیکن میں جسٹس حمید ڈوگر کی تذلیل نہیں ہونے دوں گا۔ چنانچہ یہی ہوا، اگرچہ اعلان 15 مارچ کا کیا گیا لیکن اس وقت تک انتظار کیا گیا جب 23 مارچ کو ان کی مدتِ ملازمت as Chief Justice ختم نہیں ہوگئی۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ پھر اسی حمید ڈوگر کو انہوں نے ایوانِ صدر میں بلا کر ضیافت دی، اگرچہ اس وقت بھی لوگوں نے بہت مخالفت کی لیکن صدرِ پاکستان نے کہا کہ کسی کی تذلیل کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے، میں کسی کی تذلیل نہیں کروں گا۔ وہ شخص جس نے سب کو عزت دی، یہی وجہ ہے آج وہ عزت اور وقار کے ساتھ ایوانِ صدر سے رخصت ہورہا ہے۔

جناب چیئرمین! ہمارے صدر صاحب نے reconciliation کے تحت اس وقت کی سب سے بڑی اپوزیشن جماعت کو حکومت میں شامل کیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ پھر وہ خود حکومت چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ وہ صدر ہیں جنہوں نے برداشت اور tolerance bar کو اتنا اوپر اٹھا لیا کہ اب کوئی شخص اس کو نیچے نہیں لاسکے گا اور اس bar کو maintain کرنا پاکستان کی تاریخ کا ایک بڑا کارنامہ ہوگا۔

جناب چیئرمین! آخر میں، یہ صدر وہ صدر ہے جس نے پہلے دن کہا تھا کہ مجھے media headlines اور sound bites کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تاریخ میں امر ہونا چاہتا ہوں، media headlines and sound bites will never impress me. میرے میڈیا کے دوست بیٹھے ہیں، یہ سب اس بات کی گواہی دیں گے کہ گزشتہ پانچ سالوں میں شاذونادر ہی جناب صدر نے میڈیا کے ساتھ کوئی باضابطہ ملاقاتیں یا پریس کانفرنسیں کی ہوں گی الّاماشاءاللہ، اس وقت جب کوئی بیرونی

سربراہِ حکومت یا سربراہِ مملکت تشریف لائے اور joint press take out میں انہوں نے کوئی بات کی۔

(اس موقع پر ایوان میں اذانِ مغرب سنائی دی)

جناب چیئرمین: بابر صاحب! آپ conclude کرلیں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! میں نے ابھی تک جو بات کی ہے وہ صدرِ پاکستان کی شخصیت کے حوالے سے ہے، اگر مجھے تھوڑا سا وقت دیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: اگر آپ وقفۂ نماز کے بعد بات کرلیں تو بہتر ہوگا۔

We suspend the proceedings for fifteen minutes for *Maghrib* prayers.

[The House was then adjourned for *Maghrib* prayers]

(The House was reassembled after *Maghrib* prayers at 7:12 p.m with Mr. Deputy Chairman (Sabir Ali Baloch) in the Chair.)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی بابر صاحب۔ آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جی جناب چیئرمین! میں مغرب کی نماز سے پہلے بات کر رہا تھا۔ Mr. Chairman, there is a deep thought process. اس خطاب میں صدر صاحب نے کہا ہے کہ ریاست کے تمام ستونوں کو اپنے دائرہ کار میں رہنا چاہیے، ریاست کا کوئی ادارہ دوسرے ادارے میں دراندازی نہ کرے، شفافیت اور احتساب کا معیار سب کے لیے یکساں ہونا چاہیے۔ ان کے الفاظ انگریزی میں تھے، "let everyone be judged by the same yardstick". ان دو تین جملوں کے پیچھے there is an anguish اور صدرِ پاکستان نے یہ کیوں کہا کہ ریاست کے تمام اداروں کو اپنے دائرہ کار میں رہنا چاہیے، جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ انتہائی محترم سپریم کورٹ نے Election Commission کی آئینی ذمہ داری لے کر Presidential election کا نیا schedule دیا۔ صدرِ پاکستان یہ بات کیوں نہ کریں جب ہم دیکھتے ہیں کہ محترم عدلیہ نے ابھی چند روز پہلے حکومت

کو ہدایت کی کہ Federal Services Tribunal کا قانون بنا کر پارلیمنٹ سے pass کروائیں۔ گویا پارلیمان کے کام کے بارے میں بھی عدالتی احکامات آرہے ہیں۔

جناب چیئرمین! ریاست کے مختلف اداروں کی اپنے دائرہ کار میں کام کرنے کی بات کیوں نہ کی جائے جب اب سے کچھ عرصہ پہلے عدلیہ نے اپنے ایک انتہائی اہم فیصلے میں اس خواہش کا اظہار کیا کہ چیئرمین نیب کی تقرری میں Chief Justice of Pakistan سے بھی مشاورت کی جائے جبکہ قانون میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جناب والا! شفافیت اور احتساب کی بات کیوں نہ کی جائے، across the board accountability and transparency کی بات کیوں نہ ہو جب پارلیمان سپریم کورٹ کے accounts کی تفصیلات مانگتا ہے تو پیش نہیں کی جاتیں لیکن پارلیمان کے اندر کی کارروائی سپریم کورٹ طلب کرتی ہے اور پارلیمان نے وہ کارروائی دے دی۔ جناب والا! احتساب کے بارے میں بات کے لیے across the board transparency ہونی چاہیے، کیوں نہ ہو، جب پارلیمان سوال پوچھتا ہے، ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ کتنے suo moto notices لیے گئے ہیں؟ اس پر ایک ہائیکورٹ نے کہا کہ یہ عدالتی independence میں مداخلت ہے۔ جناب والا! جب judges کی dual nationality کے بارے میں پارلیمان معلومات مانگتا ہے تو نہیں دی جاتی، یہی وجہ ہے کہ کہنا پڑتا ہے کہ احتساب اور شفافیت across the board and uniform ہو۔ مجھے یہ تشویش اس لیے ہے کہ International Commission of Jurists کے وفد نے September 2011 میں پاکستان کا دورہ کیا تھا، میں ان کی report سے یہ اقتباس پڑھ کر سنا رہا ہوں، اس سے تشویش مزید بڑھ جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ "Supreme Court is exceeding the limits of a reasonable use of the suo moto powers. It is leading to a corrosion of the rule of law and a blurring of the constitutional separation of powers". قانون سے متعلق معتبر اور مستند بین الاقوامی ادارے یہ کہتے ہیں اور ہم پوچھتے ہیں کہ ہمیں صرف یہ بتا دیا جائے کہ کتنے suo moto notices لیے گئے ہیں تو لاہور ہائیکورٹ سے کوئی جواب نہیں آتا، بلوچستان سے کوئی جواب نہیں آتا اور ایک ہائیکورٹ نے تو کہا کہ یہ ہم آپ کو کیوں بتائیں کیونکہ یہ تو independence of judiciary کے خلاف ہے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ جو balance کی بات ہے اور میں اسی پر اپنی گفتگو ختم کروں گا۔ صدرِ پاکستان کے خطاب میں تمام اداروں کے درمیان جو balance کی بات ہے، there is a need for balance. We all know that justice is blind and sometimes the justice may be half blind but it must maintain the balance. We must have balance. This is a Quranic Verse اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ۔ یہ اس پارلیمان کی ذمہ داری ہے کہ the issue of the imbalance کو وہ address کرے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اس imbalance issue کی وجہ کیا ہے؟ کہیں یہ وجہ تو نہیں ہے کہ 2008 کے پارلیمان نے 1999 کے PCO Judges and 2007 کے PCO Judges کو جس طرح treat کیا، ہم نے 1999 کے ججوں کے ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے دیے اور 2007 کے PCO Judges کے کپڑوں کو داغدار کر دیا۔ کیا ان دونوں extremes کے درمیان کوئی درمیانی راستہ نہیں تھا؟ میں سمجھتا ہوں
that the Parliament should give a serious thought to striking a balance between the way we treated. The PCO Judges of 1999 and the PCO Judges of 2007, probably by arriving at a middle way, we may be able to address the issue of institutional imbalance. Thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، بابر صاحب۔ حاجی صاحب! زاہد خان صاحب کی باری ہے، آپ ان کی جگہ پر بولنا چاہیں گے؟ کل بولیں گے، ٹھیک ہے۔ جی حمزہ صاحب۔

سینیٹر حمزہ: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے صدر کے خطاب کے بارے میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ صدر آصف علی زرداری میرے اور پاکستان کے صدر تھے۔ میں ان کا بہت احترام کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہوں لیکن جتنی دیر بھی وہ صدر رہے اور آج بھی وہ صدر ہیں مجھے یہ بات بہت کھٹکتی تھی کہ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ انہوں نے Switzerland میں اثاثے رکھے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اس کا ثبوت دیتے انہوں نے یا ان کی پارٹی نے یہ بہانہ تراشا اور اس چیز کا سہارا لیا کہ ان کو استثنٰی حاصل ہے اور وہاں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔ جناب چیئرمین! یہ انتہائی تکلیف دہ بات تھی نہ صرف پاکستان کے لوگوں کے لیے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ بین الاقوامی طور پر

دنیا میں پاکستان کے image کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ ہمارے ملک کے بارے میں اور ملک کے صدر کے بارے میں ان کے کیا خیالات ہوں گے۔

جناب چیئرمین! یہ بھی عجیب بات تھی اور آپ جانتے ہیں کہ ملک کا Chief Executive وزیر اعظم ہوتا ہے۔ جتنی دیر بھی وہ صدر رہے انہوں نے 9 بار چائنا کے دورے کیے اور دوسرے ممالک کے بہت زیادہ دورے کیے۔ ایک آدمی جو ہمارے ملک کا صدر ہے اور اس کا ایک اعزازی عہدہ ہے اس کو اس طریقے سے دوسرے ملکوں کا دورہ نہیں کرنا چاہیے جس پر کروڑوں روپے خرچ ہوتے تھے۔ جناب چیئرمین! آپ کو بھی اس بات کا احساس ہوگا کہ وہ جتنی دیر بھی صدر رہے وہ PPP کے Co-chairman تھے اور بطور Co-chairman وہ بلاول زرداری کے والد ہیں، اپنی position کو ناجائز طور پر استعمال کرتے رہے۔ لاہور ہائی کورٹ نے اس کے Co-chairman رہنے کو خلاف قانون اور خلاف ضابطہ بھی قرار دیا تھا۔ جناب چیئرمین! یہ عجیب بات ہے کہ ایک آدمی یہ سب کام کرتا رہا۔ میں ان کو بہت بہادر آدمی سمجھتا ہوں جن پر اتنی نکتہ چینی ہوتی رہی اور بجا طور پر نکتہ چینی ہوتی رہی، وہ نکتہ چینی کو نظر انداز کرکے اپنے اس رویے پر قائم رہے۔

جناب چیئرمین! مجھے اس بات کا بڑا دکھ ہے کہ PPP کے پانچ سالہ دور میں پاکستان کا جو public debt تھا وہ 30 جون 2008 کو 6 trillion روپے تھا اور پانچ سال کے عرصہ میں، PPP کے دور اقتدار میں اس میں 6.9 trillion روپے کا اضافہ ہوا یعنی پچھلے 61 سال میں ملک کے قرضے میں اتنا اضافہ نہیں ہوا جتنا کہ 5 سال کے عرصے میں ہوا۔ ہماری قوم پر یہ جو قرضے مسلط کیے گئے اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ بجائے اس کے کہ اداروں کو ٹھیک طور پر چلایا جائے، حکومت ٹھیک طور پر چلائی جائے، صلاحیت، قابلیت اور صاحب کردار اور ذہین لوگوں کو آگے لایا جائے وہ اپنے من پسند لوگوں کو مسلط کرتے رہے، مقرر کرتے رہے بلکہ آپ کو اس بات کا علم ہے کہ جتنے بھی ادارے، صنعتی ادارے قومی تحویل میں تھے، چاہے وہ سٹیل ملز ہے، چاہے وہ PIA اور ریلوے ہے، یہ جتنے بھی ادارے ہیں اربوں روپے کے خسارے میں جاتے ہیں۔ حکومت کی نااہلی کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہو سکتا ہے؟

جناب چیئرمین! آپ کو اس بات کا علم ہوگا کہ ہندوستان کا ریلوے سسٹم پاکستان سے دس گنا بڑا ہے۔ یہاں پاکستان کی ریلوے اربوں روپے کے خسارے میں جاتی ہے اور ہندوستان کی ریلوے میں اربوں روپے کا نفع ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس حکومت کی نالائقی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

جناب چیئرمین! آپ کو اس بات کا علم ہوگا بلکہ ساری قوم کو اس بات کا احساس ہے کہ پچھلے 2002 سے لے کر اب تک خود کش حملوں میں 12795اموات ہوئی ہیں اور 28881آدمی زخمی ہوئے ہیں۔ یہ ملک کی سالمیت کی کیفیت ہے۔ نیشنل سیکورٹی کو نسل اب معرض وجود میں آئی ہے۔ اس ملک میں کوئی بندہ بھی محفوظ نہیں ہے، یہاں تک کہ ہمارے سابقہ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے بیٹے کو ملتان سے ان کے گھر سے اغوا کر لیا گیا۔ اغوا کر کے اس کو قبائلی علاقے میں لے جایا گیا، آج تک وزیر اعظم صاحب کے بیٹے کو وہاں سے ہم واپس نہیں لا سکے اور اس کو آزاد نہیں کرا سکے۔ اس سے بڑھ کر پاکستان کی بدنامی کیا ہوگی اور ملک میں لاقانونیت کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔

جناب چیئرمین! ہماری عدلیہ آزاد ہے لیکن میں افسوس کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ جب عدلیہ کو ہم آزاد کرا رہے تھے اور آزاد کرانے کے لیے اس ملک کی وکلا برادری اور تنظیموں اور مسلم لیگ (ن) نے بہت ہی اہم role ادا کیا لیکن جناب زرداری صاحب نے چیف جسٹس کی بحالی میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی اور آج اللہ کا یہ فضل ہے کہ چیف جسٹس اور ہماری سپریم کورٹ اس ملک میں قانون کی عملداری، قانون کی بالادستی اور ملک کے مسائل حل کرنے میں سب سے بڑھ کر آگے ہے اور بہت اہم role ادا کر رہی ہے۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ جناب زرداری صاحب اپنے مقاصد اور اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوئے۔

جناب چیئرمین! ہماری حالت یہ ہے کہ ملک پر ڈرون حملے ہوتے ہیں، انہوں نے اپنی تقریر میں ڈرون حملوں کا ذکر بھی کیا ہے اور ان پر ناپسندیدگی کا بھی اظہار کیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: حمزہ صاحب! آپ President Sahib کی speech پر آئیں وہ کام جو Executive کے ہوتے تھے، جو وزیر اعظم کے ہوتے تھے اور کسی گورنمنٹ کے ہوتے تھے ان کے لیے آپ صدر صاحب پر الزام نہ لگائیں۔ صدر کا اپنا ایک رتبہ ہے اور صدر صاحب اس ہاؤس کے custodian ہیں۔ صدر صاحب آپ کی پارلیمنٹ کا ایک حصہ ہیں جہاں پر آپ اس وقت تقریر کر رہے ہیں۔ آپ صدر صاحب کی اچھائیوں کی بات کریں۔ آپ اس پر تنقید نہ کریں۔ جعفر اقبال صاحب! point of order کی بات نہیں ہے۔ میں نے ان کو ایک راستہ بتا دیا ہے۔ جی، حمزہ صاحب۔

سینیٹر حمزہ: ان کی اچھائی یہ تھی کہ وہ اسلام آباد میں بیٹھ کر وزیر اعظم کے اختیارات کو استعمال کرتے رہے۔ بالکل واضح طور پر جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ لاہور ہائی کورٹ نے

بھی ان کو منع کیا تھا مگر وہ کرتا رہا۔ آپ کی حکومت کو اس پر اعتراض ہونا چاہیے تھا۔ حکومت تو ان کے رحم و کرم پر تھی۔ میں گزارش یہ کر رہا ہوں کہ ان کو اپنی حدود میں رہنا چاہیے تھا اور ان کے جتنے بھی اختیارات تھے حقیقی طور پر جس انداز میں انہوں نے استعمال کیے ہیں اور جیسا کہ میں نے آپ سے گزارش کی ہے کہ ملک کی معاشی حالت کی یہ کیفیت تھی اور پھر ہمارے ملک میں جو امریکہ کی طرف سے ڈرون حملے ہوئے ہیں، جناب صدر نے ڈرون حملوں کے خلاف بات کی ہے اور اپنی تقریر میں اس کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ پاکستان کی سالمیت کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ ہماری آزادی کا دشمن ہے، ہماری حکومت کو اور خصوصی طور پر ہمارے صدر کو بڑھ چڑھ کر اس کے خلاف محاذ بنانا چاہیے تھا اور کوشش کرنی چاہیے تھی۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے یہ معروضات پیش کرنے کا موقع دیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بڑی نوازش و مہربانی حمزہ صاحب۔

سینیٹر ساجد میر: جناب چیئرمین! آپ ممبروں کو speech کے دوران interrupt نہ کریں انہیں اپنے خیالات کا اظہار کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دیکھیں، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک سسٹم اور طریقہ ہے، اس کے مطابق بات کرنی چاہیے لیکن بلاول کا باپ ہونا، وہ تو ہے بھی، بہرحال it is alright but you cannot discuss President neither in his personal capacity nor in official capacity. جی کریم خواجہ صاحب۔

سینیٹر کریم احمد خواجہ: شکریہ چیئرمین صاحب۔ سب سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ صدر صاحب کو چاروں صوبوں نے ووٹ دیا اور سینیٹ نے بھی۔ بڑی واضح اکثریت سے وہ پاکستان کے صدر مقرر ہوئے۔ اس صدر کو یہ credit جاتا ہے کہ انہوں نے ایک reconciliation کا process شروع کیا جو کہ بینظیر بھٹو صاحبہ کا خواب تھا۔ آپ نے دیکھا کہ reconciliation and tolerance کے process سے پاکستان میں transition of democracy ہوئی from military dictatorship to civilian. اس صدر کو بہت سے credits جاتے ہیں، بھلے لوگ ان کی ذات سے اختلافات کریں۔ انہوں نے پانچ سال صبح سے شام تک ہونے والی تنقید برداشت کی اور اف تک نہیں کی۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جو آنے والی حکومتیں ہیں وہ کس طرح tolerance کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

جناب چیئرمین! اس صدر کے توسط سے ہمارے پاکستان کو NFC کا award ملا، صدر کی powers پارلیمنٹ کو منتقل ہوئیں۔ اس کے بعد 18th amendment کا credit اسی صدر کو جاتا ہے جس میں وزیر اعظم کے منتخب ہونے کا ذکر ہے۔ حمزہ صاحب بہت سینئر پارلیمنٹیرین ہیں اور ہمیں ان کا بہت احترام ہے، انہوں نے سوئس کیس کا ذکر کیا۔ جناب چیئرمین! ہماری پارٹی کا موقف واضح تھا کہ جب NRO آیا تو شہید بینظیر بھٹو نے اس وقت کہا تھا کہ لاڑکانہ کے لیے قانون الگ ہے اور لاہور کے لیے الگ ہے۔ NRO میں cases 8000 تھے لیکن صرف آصف زرداری کا ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ میں آپ پر یہ بات واضح کر دیتا ہوں کہ ہماری پارٹی کا موقف واضح تھا کہ اس سوئس کیس میں بینظیر صاحبہ نمبر ون پر تھیں، اس کے بعد بیگم نصرت بھٹو تھیں، محترمہ بینظیر ہماری leader تھیں اور وہ شہید ہو چکی تھیں، ہماری واضح پالیسی یہ تھی کہ بینظیر کا trial نہیں ہو گا بھلے ہماری حکومت چلی جائے۔ اس پر ہم کاربند رہے جس کی وجہ سے ہمارا وزیر اعظم بھی چلا گیا لیکن ہم قائم رہے۔ یہ ہماری پارٹی کی پالیسی تھی اور ہم اس چیز پر قائم رہے کہ ہم قبر کا trial نہیں ہونے دیں گے، ابھی بھی ہم اس چیز پر کاربند ہیں۔

جناب چیئرمین! اسی NRO کے تحت یہاں پر democracy آئی، آپ بھلے کچھ کہیں لیکن بیس سال یا سو سال کے بعد جو کتابیں لکھی جائیں گے تو ان میں اسی قسم کی transition ہو گی جیسے زمبابوے میں روبرٹ موگابے نے کی یا ساؤتھ افریقہ میں نیلسن منڈیلا نے کی۔ یہ سب کچھ give and take کے through ہوتا ہے۔ کیا جب partition ہوا اس میں کیا give and take نہیں ہوئی؟ کیا give and take مسلم لیگ اور وائسرائے نے نہیں کی تھی۔ جناب! جب democracy کے through changes آتی ہیں تو give and take ہوتی ہے۔ آپ کو یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی۔ ان کا بھی NRO ہوا ہے۔ ان کی NRO کی جو deal ہوئی ہے اس سے آپ کو پتا چل جائے گا۔ میں اس پر زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

جناب چیئرمین! صدر آصف علی زرداری نے چائنا کا visit کیا، یقیناً وہ وہاں پر تفریح کے لیے نہیں جاتے تھے، انہوں نے کوشش کی اور وہ پاکستان میں investment لے کر آئے۔ انہوں نے یہ بھی کوشش کی کہ سنٹرل ایشیا اور ترکی وغیرہ کا visit کیا جائے اور وہاں سے investment لے کر آئیں۔ یہ ان ہی کی کوششیں ہیں کہ ہم نے گوادر پورٹ کو چائنا کے حوالے کیا۔ اسی کوشش کی وجہ سے ہم نے ایران سے پائپ لائن لی۔ اب یہ ان پر منحصر ہے کہ یہ ایران پائپ لائن پر عمل کرتے ہیں یا نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں democracy چلے۔ یہاں بہت سے ایسے actors ہیں جو democracy کو چلنے

نہیں دیتے۔ ہماری کورٹس نے ان پانچ سالوں میں ہمیں الجھائے رکھا اور مختلف rulings دیں، وہ بھلے لاہور ہائی کورٹ ہو یا کوئی اور کورٹ ہو، یہاں تک کہ postings and transfers میں بھی interference کی گئی، معاشی policies پر بھی interference کی گئی۔

جناب چیئرمین! اس پارلیمنٹ میں جس میں یہ بھی ہمارے ساتھ تھے، اس کو یہ credit ضرور جاتا ہے کہ اس پارلیمنٹ میں ہم نے Chief of Army Staff اور armed forces کو بلایا ہے جنہوں نے یہاں joint sitting میں آکر in camera briefing دی۔ اب ان کی حکومت ہے، یہ Judges کو بلا کر پوچھیں کہ وہ کیوں interfere کر رہے ہیں کیوں کہ جن مسائل کا ہم شکار ہوئے وہ ان کو بھی پیش آنے والے ہیں۔ یہ خوش نہ ہوں کیوں کہ اگلے چھ، آٹھ مہینے ان کے لیے بھی troublesome ثابت ہوں گے۔

جناب چیئرمین! ساری دنیا کا یہ اصول ہے کہ Parliament sovereign and supreme ہوتی ہے اور پارلیمنٹ کے سامنے ہر ادارہ جوابدہ ہے، وہ armed forces ہوں، judiciary ہو یا کوئی بھی force ہو وہ پارلیمنٹ سے سپریم نہیں ہے کیوں کہ یہ ادارے عوام کے چناؤ کے ذریعے آتے ہیں ۔ اس ضمن میں صدر زرداری کا پچھلے دنوں ایک بیان آچکا ہے کہ پاکستان میں democracy کو اور strong ہونے میں کم سے کم بیس سال لگیں گے۔ یقیناً ہم چاہیں گے کہ ہماری پارلیمنٹ supreme, sovereign and strong ہو ۔ ہم اس ضمن میں حکومتی بھائیوں کا ساتھ دیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس بارے میں یہ بھی کچھ اقدام اٹھائیں۔ ہم نے کوشش کی اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ armed forces نے یہاں آکر اپنی briefing دی۔ اسی طرح یہ judges کو بلا کر پوچھیں۔

جناب چیئرمین صاحب! میں تو اس دن یہاں موجود نہیں تھا لیکن یہاں پر ایک سوال پوچھا گیا تھا کہ suo motos کتنے نکلے ہیں ان کا ہمیں ریکارڈ دیا جائے، اس پر اسلام آباد ہائی کورٹ نے جواب دیا کہ ہم پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ نہیں ہیں۔ سب سے مضبوط ادارہ تو پارلیمنٹ ہے جو عوام کے چناؤ سے معرض وجود میں آتا ہے نہ کہ کورٹس ہیں۔

جناب! یہ کوشش ہونی چاہیے کہ پارلیمان مضبوط ہو اور جو صدر آصف علی زرداری نے reconciliation کی پالیسی شروع کی تھی، یہ ساری باتیں اسی کے through ہو سکتی ہیں۔ ہم نے کوشش کی کہ صوبوں کے درمیان افہام و تفہیم ہو ۔ ہمارے وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ جب بھی

وزیراعظم وہاں جاتے ہیں good reception دیتے ہیں - جناب صدر صاحب، جو وفاق کی علامت ہیں، جب وہ پنجاب جاتے تھے تو ان کو Chief Minister Punjab ملنے تک نہیں آتے تھے۔ بہرحال ہمیں کوئی گلہ نہیں ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی سمجھ میں کچھ چیزیں آئیں۔

جناب چیئرمین! میں دوسری بات یہ کہوں گا کہ ہمارے وقت میں کوئی political prisoners نہیں تھے - اس کے علاوہ جن لوگوں کو مشرف اور ان کے دور میں نوکریوں سے نکالا گیا ان سب کو بحال کیا۔ ہم یہی چاہیں گے کہ مستقبل میں بھی کوئی بے روزگار نہ ہو۔ سٹیل مل کی privatization سے بے روزگاری ہو یا PIA سے کسی کی بیدخلی ہو یا دوسرے اداروں سے بیدخلی ہو۔ ہم نے اڑھائی لاکھ لوگوں کو صدر آصف کی قابلیت و حکمت کی وجہ سے reinstate کیا اور انہیں پچھلی تنخواہیں بھی دی گئیں۔

جناب چیئرمین! جہاں تک war on terror کا تعلق ہے ہم نے اس میں security forces سے مل کر ایک پالیسی اختیار کی اور ہم نے کہا کہ terrorists سے مقابلہ کرنا ضروری ہے، ان کے سامنے ہتھیار ڈالنا ٹھیک نہیں ہے۔ اب ان کو جو mandate ملا ہے اور ہم نے بہت سی باتوں کو صرف نظر کر کے جمہوریت کی خاطر اس الیکشن کو accept کیا ہے، ان کو چاہیئے کہ وہ دہشت گردوں سے مقابلہ کریں، ہم ان کے ساتھ ہیں۔ اس سلسلے میں ابھی تک ان کی طرف سے کوئی واضح پالیسی نہیں آئی، پاکستان میں، مختلف شہروں میں دہشت گردوں کے حملے ہو رہے ہیں، لوگ شہید ہو رہے ہیں۔ ہم نے دہشت گردوں سے باقاعدہ مقابلہ کیا تھا، سترہ جگہوں پر ان کا قبضہ تھا، پیپلز پارٹی کی اور سارے پارلیمان کی وجہ سے پندرہ جگہوں پر ان کا قبضہ ختم ہوا۔ اس میں آصف علی زرداری کا main عمل دخل تھا، اب یہ صرف دو جگہوں پر رہ گیا ہے، ان کو چاہیے کہ اپنی پالیسی واضح کریں اور پاکستان کو امن و امان دیں۔

جناب والا! ہم چاہتے ہیں کہ جمہوریت جاری رہے اور پاکستان میں الیکشن ہوتے رہیں، ایک اچھی روایت قائم رہے۔ اس کے لیے reconciliation بھلے آپ اس کو کچھ بھی کہیں، ضروری ہے کیونکہ 45 سال کی تاریخ میں پیپلز پارٹی نے شہید بھٹو کے وقت سے جو بات سیکھی، ہم نے دیکھا کہ اس وقت ہم سے بھی کچھ غلطیاں ہوئیں، ان سے بھی کچھ غلطیاں ہوئیں جس کی وجہ سے third forces آگئی، 1970 کی میں بات کر رہا ہوں۔ 90 میں بھی ہم نے دیکھا کہ ہماری understanding نہیں تھی، ان کی نہیں تھی اور third actor آگئے۔ اس چیز کو بے نظیر صاحبہ نے پرکھا اور ایک mind بنایا کہ

جب ہماری حکومت ہو گی تو ہم ایک reconciliation process رکھیں گے۔ بے نظیر صاحبہ شہید ہو گئیں اور ہم نے continue کیا۔ اس continuity میں ہمیں بڑی کامیابی ہوئی ہے اور آج آصف علی زرداری بڑی عزت سے جا رہے ہیں، پاکستان کی تاریخ بنا رہے ہیں۔ ان کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے بہت سی چیزیں درگزر بھی کیں اور بہت سی چیزیں پاکستان کو حاصل بھی ہوئیں۔ یہ reconciliation process political forces کو جاری رکھنا چاہیے کیونکہ اس کے بغیر جمہوریت نہیں چلے گی۔ اگر سیاسی جماعتیں on paper نہیں ہونگی تو third force آئے گی، یہ پاکستان پیپلز پارٹی کا message ہے، یہ message ہے صدر آصف علی زرداری صاحب کا۔ میں یہ کہوں گا کہ وہ پاکستان کے نیلسن منڈیلا ہیں بھلے اس پر کوئی تنقید کرے۔ انہوں نے جمہوریت کی خاطر reconciliation کی پالیسی دی۔ انہوں نے جو خطاب کیا میں اس کو welcome کہوں گا۔ میں چاہوں گا کہ health process جو پاکستان پیپلز پارٹی اور آصف علی زرداری نے دیا وہ future میں بھی continue رہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، سحر کامران صاحبہ۔

Senator Sehar kamran: *Bismillah-ir-Rehman-ir-Raheem.* I thank you honourable Chairman for giving me the floor. It is my proud privilege to felicitate the President of Pakistan, Mr. Asif Ali Zardari, for successfully completing his Presidential term for the first time as a democratically elected President of the Islamic Republic of Pakistan and creating a history by addressing the Joint Sittings of Parliament six times. This is a historic achievement and, there is no doubt, it has been possible due to the capable and wise leadership of President Asif Ali Zardari. He deserves commendation for amicably promoting the policy of reconciliation and political harmony.

جناب چیئرمین! جب بھی سیاست میں تدبر، مفاہمت، برداشت اور تحمل کی بات ہو گی تو صدر آصف علی زرداری کا نام سرفہرست ہو گا۔ صدر آصف علی زرداری نے پاکستان کی جمہوری تاریخ میں ایک نیا باب رقم کیا۔ ایک ایسی تاریخ مرتب کی جس پر جمہوریت اور جمہوری نظام کو ہمیشہ فخر رہے گا۔

جمہوری اقدار کو مستحکم کرنے کی تاریخ، پاکستان میں یکجہتی کو فروغ دینے کی تاریخ، پارلیمنٹ کو مضبوط کرنے کی تاریخ اور خود اپنے اختیارات پارلیمنٹ کو منتقل کرنے کی تاریخ، مزدوروں، کسانوں اور خواتین کو ان کے حقوق دینے کی تاریخ۔ معزز چیئرمین! In the contemporary era perception management is the most powerful tool which was actively and effectively used against President Asif Ali Zardari and Pakistan Peoples Party. جو کام الفاظ اور پروپیگنڈہ کرتا ہے وہ کام شاید بندوقیں اور توپیں بھی نہیں کر سکتیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ حقیقت کو جھٹلایا جا سکتا ہے مٹایا نہیں جا سکتا۔ تاریخ کو مسخ کیا جا سکتا ہے کھرچا نہیں جا سکتا۔ وقت یہ ثابت کرے گا کہ مفاہمت کی سیاست کی جو بنیاد صدر آصف علی زرداری نے ڈالی اس کے اثرات دور تک جائیں گے۔ یہ مفاہمت سیاسی مفادات کے لیے نہیں بلکہ پاکستان کی ترقی استحکام اور پارلیمان کی بالادستی کے لیے تھی۔ پاکستان کھپے کا نعرہ محض نعرہ نہیں بلکہ یہ پاکستان کی بقا، استحکام اور سالمیت کا ترجمان ہے۔ صدر زرداری کا دور ایک ایسا سیاسی دور تھا جس میں انتقام کی سیاست کو دفن کر دیا گیا۔ جس میں ایک بھی سیاسی قیدی نہیں تھا۔

جناب چیئرمین! میں بہت مختصراً صدر زرداری کے ان اقدامات کا ذکر کروں گی جن کی وجہ سے پاکستان کی تاریخ میں ایک نئے سنہری باب کا اضافہ ہوا، ایک نیا باب رقم ہوا۔ 7th NFC ایوارڈ کا اجرا، زر مبادلہ کے ذخائر میں اضافہ جو یقیناً تارکین وطن اور بیرون ملک رہنے والے پاکستانیوں کے اعتماد کا مظہر ہے۔ ٹیکس نیٹ کو بڑھانے کے اقدامات، مزدوروں کی کم سے کم اجرات میں اضافہ، کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے ملازمین کا مستقل کرنا، دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کا آغاز، تربیلا ڈیم کی توسیع، پاکستان ایران گیس منصوبے کا آغاز، گوادر پورٹ کی ترقی اور دیگر توانائیوں کے منصوبوں کا اجرا، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کا آغاز اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے ذریعے فلاحی اقدامات جن کا فائدہ عوام کو اور اس طبقے کو ہوا جو حقیقی طور پر اس کا مستحق تھا۔ Women empowerment, زرعی اصلاحات، وہ ملک جو پانچ سال پہلے گندم باہر سے منگوا رہا تھا وہ آج خود کفیل ہے۔ آغاز حقوق بلوچستان، 1973 کے آئین کی اصل حالت میں بحالی، اٹھارویں ترمیم کے ذریعے صوبوں کو اختیارات کی منتقلی، concurrent list کا خاتمہ، پارلیمان کی بالادستی، انیسویں ترمیم کے ذریعے عدلیہ کو بااختیار بنانا، بیسویں ترمیم کے ذریعے آزادانہ الیکشن کمیشن کا قیام، فاٹا اور گلگت بلتستان میں سیاسی اصلاحات، خواتین کے تحفظ کے لیے قانون سازی، مشترکہ مفادات کونسل کی تعمیر نو کرنا۔

جناب چیئرمین! پاکستان پانچ سال پہلے عالمی سطح پر سیاسی تنہائی کا شکار تھا۔ اس کو سیاسی تنہائی سے نکال کر خارجہ پالیسی میں ایک نئی روح پھونکنے کا سہرا بھی صدر آصف علی زرداری کے سر جاتا ہے۔ بھارت کے ساتھ دو طرفہ تعلقات اور تجارتی روابط میں بہتری، چین کے ساتھ تجارتی اور دفاعی تعلقات میں فروغ، خلیجی ممالک، مسلم دنیا، یورپی یونین، امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ تعلقات کو aid کی بجائے trade کی بنیاد پر مزید فروغ دینا، خصوصی طور پر ہمسایہ ممالک، ترکی، ایران، افغانستان اور چین کے ساتھ تعلقات کو باہمی اعتماد اور تعاون کے ذریعے نئی بلندیوں پر لے کر جانا صدر زرداری کی ذاتی کاوشوں اور بہترین سفارت کاری کا مظہر ہے۔

جناب چیئرمین! جب بھی عدلیہ کی بحالی اور خودمختاری کا ذکر ہوگا اگر اس میں سے سیاسی mileage کو نکال دیا جائے تو پیپلز پارٹی کی قربانیاں اور کاوشیں نظر انداز نہیں کی جا سکتیں۔ عدلیہ کے فیصلوں کے احترام میں دو وزیراعظموں کا sacrifice کر دینا اور عدلیہ کے فیصلوں کے آگے سر نگوں ہونا یہ بھی صرف پیپلز پارٹی کی ہمت اور ظرف ہے۔ پیپلز پارٹی اور صدر آصف علی زرداری نے پانچ سال پہلے جب حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو پاکستان انتہائی مشکل حالات سے گزر رہا تھا۔ ہمیں بے انتہا چیلنجوں کا سامنا تھا، سوات اور مالاکنڈ آپریشن انتہائی کامیابی سے کرنا، anti terrorism resolution پاس کرنا اور 3 D پالیسی متعارف کروانا، dialogue, development and deterrence اس کا سہرا بھی صدر زرداری کے سر جاتا ہے۔ پہلی دفعہ پاکستان کی خارجہ پالیسی پارلیمنٹ میں discuss ہوئی۔ پہلی دفعہ سیکورٹی کے مسائل پر پارلیمنٹ کو in camera briefing دی گئی۔ یہ سب کچھ پارلیمنٹ کی بالادستی کے لیے تھا۔

Mr. Chairman, I will conclude by commending President Asif Ali Zardari for his vision, for his able leadership and for the policy of reconciliation, which has set foundation for peaceful prosperous and progressive Pakistan. Thank you.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Ch. Jaffar Iqbal *sahib*.

سینیٹر چوہدری محمد جعفر اقبال: جناب چیئرمین! مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے کل کا کہا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرے پاس جو لسٹ تھی اس کے مطابق میں نے کہا ہے۔ میرے پاس لمبی لسٹ ہے بہت سے احباب تو بولنا نہیں چاہتے اور کوئی بولنا چاہتا ہے۔ میاں صاحب should we continue or should we adjourn it. مشاہد اللہ صاحب۔

سینیٹر مشاہد اللہ: ختم کر دیں۔

Mr. Deputy Chairman: The House stands adjourned to meet again on Thursday, 29th August 2013 at 10.00 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Thursday, the 29th August, 2013 at 10:00 a.m.]